ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
33
www.tanzeem.org
29 شوال المکرّم تا 5 ذوالقعدہ 1435ھ/ 26 اگست تا یکم ستمبر 2014ء

عہدِ حاضر کی جاہلیت

موجودہ انسانی زندگی کی بنیادیں اور ضابطے جس اصل اور منبع سے ماخوذ ہیں اس کی رو سے اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آج ساری دنیا ''جاہلیت'' میں ڈوبی ہوئی ہے اور ''جاہلیت'' بھی اس رنگ ڈھنگ کی ہے کہ یہ حیرت انگیز مادی سہولتیں اور آسائشیں اور بلند پایہ ایجادات بھی اس کی قباحتوں کو کم یا ہلکا نہیں کرسکتیں۔ اس جاہلیت کا قصر جس بنیاد پر قائم ہے، وہ ہے اس زمین پر اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ پر دست درازی، اور حاکمیت جو الوہیت کی مخصوص صفت ہے اس سے بغاوت۔ چنانچہ اس جاہلیت نے حاکمیت کی باگ ڈور انسان کے ہاتھ میں دے رکھی ہے۔ اور بعض انسانوں کو بعض دوسرے انسانوں کے لیے اربابٌ مّن دون اللہ کا مقام دے رکھا ہے۔ اس سیدھی سادی اور ابتدائی صورت میں نہیں جس سے قدیم جاہلیت آشنا تھی بلکہ اس طنطنے اور دعوے کے ساتھ کہ انسانوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خود افکار و اقدار کی تخلیق کریں، شرائع و قوانین وضع کریں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لیے جو چاہیں نظام تجویز کریں۔ اور اس سلسلے میں انہیں یہ معلوم کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے لیے کیا نظام اور لائحہ عمل تجویز کیا ہے، کیا ہدایت نازل کی ہے اور کس صورت میں نازل کی ہے۔ اس باغیانہ انسانی اقتدار اور بے لگام تصورِ حاکمیت کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ خلق اللہ ظلم و جارحیت کی چکی میں پس رہی ہے۔ چنانچہ اشتراکی نظاموں کے زیرِ سایہ انسانیت کی جو تذلیل ہوئی، یا سرمایہ دارانہ نظاموں کے دائرے میں سرمایہ پرستی پر جوع الارضی کے عفریت نے افراد و اقوام پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑ رکھے ہیں وہ دراصل اُسی بغاوت کا شاخسانہ ہے، جو زمین پر اللہ تعالیٰ کے اقتدار کے مقابلے میں دکھائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو تکریم اور شرف عطا کیا ہے انسان اُسے خود اپنے ہاتھوں پامال کر کے نتائج بد سے دوچار ہے!

جادہ و منزل
سید قطبؒ

اس شمارے میں

امریکا کو للکارنے کا نتیجہ کیا ہوگا؟

پاکستان کی شبیہ۔ آئینۂ قرآنی میں

کنٹینر انقلاب

عربی زبان کی ترویج

ماں کا دودھ اور جدید تحقیقات

طاہر القادری کا انقلاب

انقلاب کہانی

الھدیٰ (625)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ارادۂ الٰہی اور تخلیق کائنات (IV)

یہاں میں مرزا عبدالقادر بیدلؔ کے ایک مشہور شعر کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جو تخلیق کائنات اور تخلیق آدمؑ کے اس فلسفہ کو بہت خوبصورتی سے واضح کرتا ہے:

ہر دو عالم خاک شُد تا بست نقشِ آدمی اے بہارِ نیستی از قدرِ خود ہشیار باش!

مرزا عبدالقادر بیدلؔ ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں تھے۔ وہ عظیم فلسفی اور فارسی کے بہت بڑے شاعر تھے۔ ان کا شمار دنیا کے چوٹی کے فلسفیوں میں ہوتا تھا۔ ان کی شاعرانہ عظمت کے سامنے مرزا غالب بھی پانی بھرتے اور ان کی طرز کو اپنانے میں فخر محسوس کرتے نظر آتے ہیں:

طرزِ بیدلؔ میں ریختہ لکھنا اسد اللہ خاں قیامت ہے!

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر یہاں مرزا بیدلؔ کے مندرجہ بالا شعر کی وضاحت ضروری ہے۔ اس شعر میں وہ فرماتے ہیں ''ہر دو عالم خاک شد'' یعنی دونوں عالم خاک ہو گئے۔ شاعر کے اپنے ذہن میں اس کی وضاحت کیا تھی اس کے بارے میں شاعر خود جانتا ہے یا اللہ تعالیٰ ---- لیکن میں اس سے یہ نکتہ سمجھا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے عالمِ امر کو تنزل کے مختلف مراحل سے گزار کر عالم خلق کی شکل دی۔ پھر اس کے مزید تنزلات کے نتیجے میں زمین (مٹی) پیدا کی گئی۔ گویا دونوں جہانوں نے خاک کی صورت اختیار کر لی، تب جا کر کہیں حیاتِ ارضی کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر اس سلسلے میں ارتقا کا وہ بلند ترین مرحلہ آیا: ''تا بست نقشِ آدمی!'' جب آدمی کا نقش بننا شروع ہوا۔

دوسرے مصرعے میں (اے بہارِ نیستی از قدرِ خود ہشیار باش!) ''نیست'' کے فلسفے کو بھی اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ''وحدت الوجود'' کے فلسفے کے مطابق حقیقی وجود صرف اللہ کا ہے، باقی جو کچھ بھی ہمیں نظر آتا ہے اس میں سے کسی چیز کا وجود حقیقی نہیں ہے۔ گویا اللہ کے علاوہ اس کائنات کی ہر چیز ''نیست'' ہے ''ہست'' نہیں ہے:

كُلُّ مَا فِي الْكَوْنِ وَهْمٌ أَوْ خَيَالٌ أَوْ عُكُوسٌ فِي الْمَرَايَا أَوْ ظِلَالٌ

یعنی اللہ کے وجود کے علاوہ جو وجود بھی نظر آتے ہیں وہ وہم ہیں یا خیالی تصویریں۔ اس طرح یہ تمام عالم گویا ''نیست'' ہے اور اس عالم نیست کی 'بہار' انسان ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ﴾ (صٓ: ۷۵) کہ میں نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ اللہ کا ایک ہاتھ گویا عالم امر اور دوسرا ہاتھ عالمِ خلق ہے۔ اس طرح انسان اللہ تعالیٰ کے عمل تخلیق کا کلائمکس، مسجودِ ملائک اور خلیفۃ اللہ ہے۔ چنانچہ مرزا بیدلؔ فرماتے ہیں (اے بہارِ نیستی از قدرِ خود ہوشیار باش!) کہ اے انسان! اے اس عالم نیستی کی بہار! ذرا اپنے مقام و مرتبہ کو پہچانو! تمہیں وجود میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دو عالم کو نہ جانے تنزلات کی کن کن منازل سے نیچے اُتار کر خاک کیا، تب کہیں جا کر تمہارا نقش بنا۔

فرمان نبویؐ

کون سا صدقہ ثواب میں بڑھ کر ہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَجُلٌ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: ((أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ، وَتَأْمُلُ الْغِنٰى، وَلَا تُمْهِلَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ)) قُلْتَ: ((لِفُلَانٍ كَذَا، وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ))

(رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ ثواب میں زیادہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست اور مال کو جمع رکھنے کا خواہش مند ہو، تجھے محتاجی سے ڈر لگتا ہو اور تو امیری کا آرزومند ہو۔ نیز صدقہ دینے میں دیر نہ کر، یہاں تک کہ جب (روح) حلق کے قریب پہنچ جائے تب تو وصیت کرے کہ فلاں کے لیے اتنا مال ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے جب کہ مال فلاں کا ہو چکا ہے۔''

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیمِ اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

29 شوال المکرم تا 5 ذوالقعدہ 1435ھ جلد 23
26 اگست تا یکم ستمبر 2014ء شمارہ 33

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امریکا کو للکارنے کا نتیجہ کیا ہوگا؟

حالات کی برق رفتاری اور لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہوئی صورت حال اداریہ نویس کے لیے خاصی مشکلات پیدا کر دیتی ہے۔ اس لیے کہ قلمکار کی قلم درازی اور ہفت روزہ کا قاری تک پہنچنا یہ قریباً ایک ہفتہ کا سفر ہے اور حالت یہ ہے کہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اداریہ کی ابتدائی سطور سے اختتامی سطور تک پہنچتے پہنچتے کہیں حالات کوئی بڑا ٹرن نہ لے جائیں۔ لہٰذا قاری کو باسی پن اور بوریت کا احساس ہوسکتا ہے۔ اس وقت' جب یہ سطور رقم کی جا رہی ہیں' ملکی صورت حال یہ ہے کہ بڑی مشکل سے شروع ہونے والے مذاکرات تعطل کا شکار ہو چکے ہیں۔ مظاہرین اور دھرنے والوں کا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ شریف برادران استعفادیں اور اسمبلیاں تحلیل کر کے مڈٹرم الیکشن کا انعقاد کیا جائے اور حکومت بار بار اپنا موقف دہرا رہی ہے کہ استعفوں کو خارج از بحث سمجھا جائے۔ یعنی جانبین دو انتہاؤں پر ہیں اور کوئی فریق لچک پیدا کرنے کو تیار نہیں۔ باقی تمام مطالبات کو ثانوی حیثیت دی جا رہی ہے۔ لہٰذا فریقین کے درمیان حائل خلیج کو کم نہیں کیا جاسکا۔

وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف وزیر داخلہ چودھری نثار کے ہمراہ آرمی چیف راحیل شریف کی خدمت میں بار بار حاضر ہو رہے ہیں۔ شنید یہ ہے کہ انہوں نے مارشل لاء نہ لگانے کی یقین دہانی کروائی ہے۔ البتہ بامعنی مذاکرات پر زور دیا ہے۔ لیکن سیاست دان اپنے باہمی اختلافات ختم کرنے کو تیار نہیں اور پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد آخری خبریں آنے تک مفلوج تھا۔ ریڈ زون کی اہم عمارتوں میں کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہاں تک کہ عدالت عظمیٰ کے معزز جج بھی عدالت تک پہنچنے میں بڑی دشواری محسوس کر رہے ہیں۔ سری لنکا اور چین کے صدور کے دورے منسوخ ہو چکے ہیں۔ امریکا نے نواز شریف حکومت کی حمایت میں باقاعدہ سرکاری بیان جاری کیا ہے، جس پر تحریک انصاف کے چیئرمین بہت سیخ پا ہوئے ہیں اور انہیں پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرنے کا سختی سے کہا ہے۔ ادھر امریکی اور چینی سفیروں نے گجرات کے چودھری برادران سے ملاقات کی ہے۔ امریکا تو دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا عادی ہے ہمیں چین کے سفیر کی چودھری شجاعت سے ملاقات پر حیرت ہے۔ اس لیے کہ یہ چین کی ماضی کی پالیسی کے مطابق نہیں۔ اس سارے پس منظر میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا ہوگا؟ یہ ایک مشکل سوال ہے۔ اس پر صرف قیاس آرائی ہی کی جاسکتی ہے کہ عالم الغیب تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ لیکن جیسے کہ کچھ لوگ اس خدشہ کا مسلسل اظہار کر رہے ہیں کہ اس ڈرامے کا باقاعدہ سکرپٹ لکھا گیا تھا۔ اگر یہ خدشہ درست ہے تو کچھ نہ کچھ سکرپٹ لکھنے والے بھی جانتے ہوں گے، لیکن ایک بات واضح رہنی چاہیے کہ بعض اوقات کسی ڈرامے کا انجام یا ڈراپ سین نہ صرف سکرپٹ نویسوں کی خواہشات کے مطابق نہیں ہوتا، بلکہ اس کے برعکس نتائج نکل آتے ہیں۔

ہم نے گزشتہ اشاعت میں اپنی طرف سے بحران کا آئینی اور قانونی حل پیش کیا تھا۔ ہمیں اب بھی اصرار ہے کہ اس سے ملتا جلتا کوئی معاہدہ ہی اس بحران کو ختم کر سکتا ہے ورنہ اگر عمران خان بُری طرح ناکام ہوتا ہے یا

کوئی ماورائے آئین قدم یعنی مارشل لاء نواز شریف حکومت کو ختم کرتا ہے تو ہر دو صورت میں پاکستان کے لیے خیر برآمد ہوتی نظر نہیں آتی۔ ہم اپنے اس آئینی اور قانونی حل کی سپورٹ میں مزید دلائل دیتے ہوئے عمران خان سے یہ عرض کریں گے کہ آپ اپنی ہر تقریر کا آغاز اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے کرتے ہیں۔ یہ ایک مسلمان کے لیے خطاب کا خوبصورت انداز ہے، لیکن یہ بھی یاد رکھیے کہ کسی مسلمان کے لیے صرف دینی احکامات ایسے اٹل اور حرف آخر ہوتے ہیں کہ ان سے ذرہ برابر سرکنا یا ہٹنا ناقابل قبول ہے۔ اس کا تو تصور بھی بھیانک ہے۔ البتہ دنیوی معاملات میں اپنے بنیادی اصولوں پر قائم رہتے ہوئے رویے کا لچکدار بنانا معاشرے کو تباہی سے بچاتا ہے۔ پھر یہ کہ یہ بھی تو ہمارے دین نے ہمیں سکھایا ہے کہ فساد سے بچنے کے لیے اپنے جائز حق کو بھی ترک کر دو گے تو اجرِ عظیم کے مستحق ہو گے۔

ہم یہاں میاں محمد نواز شریف کی خدمت میں بھی عرض گزار ہیں کہ پارلیمنٹ آسمان سے نہیں اتری اور جتنی وہ اجلی اور ستھری ہے، وہ بھی اہل پاکستان سے پوشیدہ نہیں۔ براہِ مہربانی اس کی مدت کو آسمانی صحیفہ یا قوم کی تقدیر قرار نہ دیں۔ اپنی انا اور ضد کو اصول پسندی کا رنگ نہ دیں۔ اس بات کو مدنظر رکھیں کہ پاکستان تحریک انصاف اور پاکستان عوامی تحریک کے کارکنوں کی ایک کثیر تعداد نے جس طرح جم کر اسلام آباد میں دھرنا دے رکھا ہے، اس نے پارلیمنٹ کو کافی حد تک irrelevent (غیر متعلق) کر دیا ہے اور یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ آج کی دنیا میں عوامی سطح پر عوامی مطالبات کو ہر وقت قانون سے تولنا اور کتاب پر پرکھنا مفید ثابت نہیں ہوتا۔ جمہوریت کے علمبردار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جمہوریت بحیثیت مجموعی جمہور کی آواز کو کہتے ہیں۔ تو پھر جمہور کی آواز پر کان دھرنا منطقی بات ہے اور اسے مکمل طور پر نظر انداز کر دینا غیر جمہوری فعل ہو گا۔ ہنگامی صورت حال کو ہنگامی انداز میں نمٹنا پڑتا ہے۔ پنجاب میں مسلم لیگ (ن) کا اچھا خاصا ووٹ بینک ہے۔ اس سے کوئی احمق ہی انکار کرے گا۔ لیکن اگر حکومت نے یہ غلطی کی کہ وہ اپنے کارکنوں کو تحریک انصاف کے کارکنوں کے سامنے لے آئی اور ایک تصادم کی صورت حال پیدا ہو گئی تو یہ ایک ہمالیائی غلطی ہو گی، جس کی تلافی ممکن نہ ہو گی اور زیادہ نقصان حکومت کا ہی ہو گا۔

امریکا نے سرکاری سطح پر پاکستان کو نہ صرف سیاسی اور آئینی حدود میں رہنے کی تلقین کی ہے بلکہ آگے بڑھ کر یہ کہہ دیا ہے کہ نواز شریف کو پانچ سال تک وزیر اعظم رہنے کا حق ہے۔ جس پر عمران خان غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے امریکا کو جس طرح للکارا ہے، اس پر بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ بھٹو کے بعد عمران خان ایسے لیڈر ہیں جنہوں نے امریکا کو للکارا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاملے میں عمران خان بھٹو سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔ اس لیے کہ بھٹو نے امریکا کو اس وقت للکارا تھا جب اقتدار نوے فیصد ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ امریکا اب مزید میرا کیا بگاڑ لے گا، لیکن عمران خان یقیناً پاکستان کے واحد سیاست دان ہیں جو امریکا کو اقتدار میں آنے سے پہلے للکار رہے ہیں۔ آخر میں ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھیں گے کہ عمران خان نے امریکا کو للکار کر ہمارا جی تو خوش کر دیا ہے لیکن زمینی حقائق کے مطابق اور پاکستان کی 67 سالہ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے عام آدمی سمجھتا ہے کہ عمران خان نے اپنی کامیابی کے راستے میں دیوار کھڑی کر لی ہے۔ یہ ایک ناقابل عبور دیوار ہے، کیونکہ ہماری ہر قسم کی قیادت امریکا کو پاکستان کا ''رازق'' اور ''مالک'' سمجھتی ہیں۔ لیکن ہماری رائے میں عمران خان اگر امریکا کے ہاتھوں ناکام ہوئے تو یہ عارضی ناکامی اور حقیقی کامیابی ہو گی۔ ہم دل کی گہرائی سے یہ بات سمجھتے ہیں کہ جس دن عالمی فرعونوں نے ہماری مالی امداد بند کر دی وہ دن اہل پاکستان کے لیے عید سے کم نہ ہو گا۔ لیکن قوم کو یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ عید سے پہلے روزے رکھنا پڑتے ہیں اور یہ روزے ایک ماہ سے زائد بھی ہو سکتے ہیں۔ اللہ ہمیں امریکا جیسے دوستوں سے نجات دے۔ آمین یا رب العالمین!

بیابہ مجلس اسرار

نفس کے خلاف جہاد

ہمارا دل ہمارے جسم کے اندر ہے اور اس جسم کے کچھ حیوانی تقاضے (Animal Instincts) ہیں۔ نفس امارہ بھی ہمارے ساتھ لگا ہوا ہے۔ خواہشات بھی ہیں، شہوات بھی ہیں۔ اب جونہی ایمان دل میں داخل ہوا تو کشاکش شروع ہو گئی۔ ایمان کا تقاضا اور مطالبہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانو۔ دوسری طرف نفس کہہ رہا ہے کہ نہیں بلکہ میری مانو، میری خواہشات و شہوات پوری کرو۔ چنانچہ اب یہ کشاکش اور رسہ کشی شروع ہو گئی ؎

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے، کلیسا مرے آگے!

یہی سب سے اہم، مرکزی اور بنیادی جہاد ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ اندر ایمان تو داخل ہو لیکن اس طرح کی جنگ اور کشاکش شروع نہ ہو۔ یا پھر وہ ایمان، حقیقی ایمان نہیں بلکہ مجرد دعوائے ایمان ہے، بالفاظ دیگر ایمان کا خلا ہے۔ کیونکہ جونہی دل میں حقیقی ایمان آئے گا نفس امارہ، خواہشات اور شہوات کے خلاف جنگ شروع ہو جائے گی، ان کے ساتھ تصادم ہو گا۔ نتیجتاً یا ایمان کامیاب ہو گا یا پھر حیوانی داعیات (Animal Instincts)۔ یہ جہاد کی اوّلین منزل ہے۔ اسی لیے اس کو اصل جہاد کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ)) (مسند احمد)

''اور سچا مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا۔''

(ماخوذ از ''حقیقتِ ایمان'')

پاکستان کی شبیہ

آئینۂ قرآنی میں

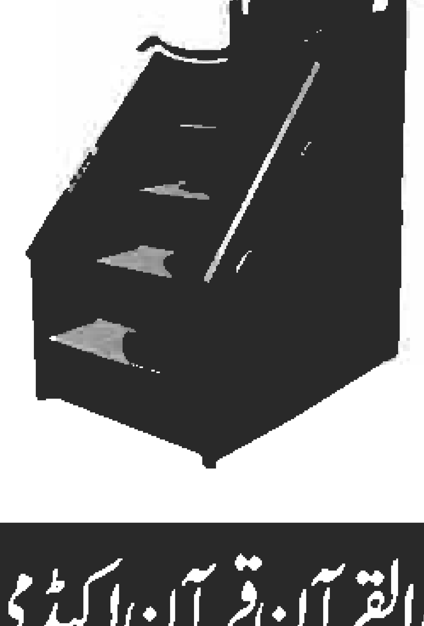

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 15 اگست 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! میں نے آج آپ کے سامنے یوم آزادی کی مناسبت سے قرآن حکیم کی چند آیات تلاوت کی ہیں۔ یہ آیات ہمارے حالات پر اس طور سے منطبق ہوتی ہیں گویا ان میں ہمارا ہی ذکر ہو رہا ہے۔ قرآن کے بارے میں آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ کتاب ہے کہ اس میں سابقہ امتوں کا بھی ذکر ہے، آنے والے حالات کا بھی تذکرہ ہے، اور تمہارے درمیان جو جھگڑے اور نزاعات ہوں گے ان سب کا حل بھی موجود ہے۔ اسی طرح کی بات سورۃ الانبیاء میں آئی ہے:

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ o﴾

”لوگو! ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔“

قرآن حکیم میں سب کا ذکر موجود ہے۔ قرآن میں یہود، نصاریٰ، مشرکین، مجوسیوں اور دہریوں وغیرہ کا تذکرہ آیا ہے۔ منافقین اور اُن کی خصلتوں کا بیان ہوا ہے۔ قرآن کے آئینے میں ہر شخص اپنی تصویر دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم میں اقوام کے کھاتے بھی موجود ہیں۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم شعیب اور آل فرعون کا ذکر ہے۔ بنی اسرائیل اور اُن پر ذلت و مسکنت کا بیان ہے۔ اس خاکے کی روشنی میں ہم بحیثیت قوم اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے اِس حوالے سے قرآن کریم کے دو مقامات سے آپ کے سامنے جو چند آیات تلاوت کی ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان میں ہمارا ہی ذکر ہے۔

ہمارا یوم آزادی کل ہی گزرا ہے۔ 14 اگست کو ہم جس طریقے سے مناتے ہیں وہ آپ کو معلوم ہے۔ کل کا دن ایک اور اعتبار سے بھی اہمیت کا حامل ہو گیا کہ اس دن اسلام آباد کی طرف دو مارچ ہوئے۔ ایک انقلاب مارچ اور دوسرا آزادی مارچ۔ جس سے یوم آزادی کا غل غپاڑا سیاسی شور شرابے میں دب کر رہ گیا۔ ہمارا یوم آزادی منانے کا طریقہ اسلامی نہیں ہے۔ ہم بالکل اُسی طرح آزادی کا دن مناتے ہیں جیسے دنیا کے دوسری اقوام اپنا آزادی کا دن مناتی ہیں۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ہم اس دن اپنا محاسبہ کرنے کی بجائے اِس معاملے میں بھی غیروں کی بھونڈی نقالی کرتے ہیں۔ اور اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا ہے، مگر حصول پاکستان کے بعد اسلامی نظریہ بھول گئے۔ ایک اہم

مرتب: ابو اکرام

بات یہ ہے کہ ہمیں یوم آزادی 27 رمضان المبارک کو منانا چاہئے۔ اس لئے کہ اسی شب جس کے بارے میں گمان غالب ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے، اور اس میں قرآن نازل ہوا ہے، اللہ نے یہ آزاد خطہ ارضی ہمیں عطا کیا ہے۔

پاکستان کا معاملہ دو اعتبار سے دوسرے ممالک سے منفرد ہے۔ ایک یہ کہ یہ دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر بنا۔ پچھلی صدی میں بہت سے مسلم ملک آزاد ہوئے، لیکن اُن کی تحاریک آزادی کے پس پشت اسلام کا جذبہ نہ تھا بلکہ محض قومی جذبہ تھا۔ اور تو اور ایک زمانے میں سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کئے گئے۔ شام الگ ہو گیا، عراق الگ ہو گیا، فلسطین الگ ہو گیا، مصر الگ ہو گیا۔ ان ملکوں میں غیروں کی ایما پر آزادی کی جو تحریکیں چلیں وہ بھی عرب نیشنلزم کی بنیاد پر چلیں۔ یعنی مصر، مصریوں کا ہے۔ شام شامیوں کا ہے۔ دوسرے ممالک کے برعکس تحریک پاکستان اسلام کے نام پر چلی۔ اس تحریک کا مقبول نعرہ تھا: ”پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ“ اس اعتبار سے پاکستان دنیا میں اپنی نوعیت کی واحد نظریاتی ریاست ہے۔

دوسرا خاص معاملہ اس ملک کا یہ ہے کہ یہ تائید غیبی سے حاصل ہوا ہے۔ اس زمانے کے زمینی حقائق پر نظر ڈالی جائے تو پاکستان بننے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن جب ہم نے اللہ کا نام لیا، تو اللہ نے انعام پاکستان کی شکل میں ہمیں یہ ملک عطا کیا۔

جب ہم نے خدا کا نام لیا
خدا نے ہمیں انعام دیا

آیئے، تلاوت کردہ آیات کا مطالعہ کریں۔

تحریک پاکستان کے زمانے میں مسلمانوں کے حالات کیا تھے، اس کا نقشہ سورۃ الانفال کی آیت 26 میں ہے، جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہے۔ یہ آیت اگرچہ مہاجرین مکہ کے متعلق نازل ہوئی، تاہم تحریک پاکستان کے زمانے میں مسلمانانِ ہند کے احوال کی اِس آیت کے مضمون سے عجیب مشابہت ہے۔ فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ o﴾

''اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اُڑا (نہ) لے جائیں تو اس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ (اس کا) شکر کرو۔''

ظاہر ہے ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے، وہ اپنے ہی وطن میں بے بسی اور کمزوری کا شکار تھے۔ ہندوؤں کی اکثریت تھی اور انہوں نے انگریزوں سے گٹھ جوڑ کر رکھا تھا۔ مسلمانوں پر تعلیم، ملازمتوں اور ترقی کے دروازے بند تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کو اپنے قومی وجود اور تشخص کے مٹنے کا اندیشہ تھا۔ اسلام کو اس قدر شدید خطرہ لاحق تھا کہ برصغیر سے اُس کا نام ونشان مٹانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مسلمانوں کو دوبارہ ہندو بنانے کے لئے شدھی اور سنگھٹن جیسی انتہا پسند جنونی تحریکیں چل رہی تھیں۔ ان تحریکوں کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ برصغیر میں اولیائے عظام نے دینی دعوت اور حسن کردار سے اسلام کو پھیلایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہاں ہندو گروہ در گروہ مسلمان ہوتے گئے۔ جب ہندوستان میں مسلمانوں سے اقتدار چھن گیا اور وہ انگریز کے محکوم ہو گئے، تو ہندوؤں نے سوچا، اب مسلمانوں کو دوبارہ ہندو بنایا جائے۔ اسلام سے یہاں پہلے جتنے بھی مذاہب یہاں آئے وہ سب ہندوازم کے اندر گم ہو گئے، مگر اسلام نے کامیابی سے اپنا ایک الگ تشخص برقرار رکھا۔ وہ ہندوازم میں ضم نہیں ہوا۔ لہٰذا اب سازش یہ کی گئی کہ واپس reclaim کرو، اس لیے کہ یہ ہندو قبائل ہی تھے جو مسلمان ہو گئے۔ لہٰذا اب انہیں واپس ہندوازم میں لاؤ۔ چنانچہ شودھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چلیں۔ اس سے میوات کے علاقے میں جو دہلی کے مضافات میں ہے، تیزی سے لوگ مرتد ہونے لگے کیونکہ وہاں علم دین کی بڑی کمی تھی۔ ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ نکاح کے موقع پر مولوی صاحب خطبہ نکاح بھی دیتے تھے، ایجاب وقبول بھی ہوتا تھا، پھر اس کے بعد پھیرے بھی لگوائے جاتے تھے۔ تب جا کر ان کی تسلی ہوتی تھی۔ بہر حال ہندو تحریکوں اور سازش کے خلاف مولانا الیاسؒ اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے یہ دیکھتے ہوئے کہ مسلمان بڑی تیزی سے ہندومت کی طرف واپس جا رہے ہیں ایک تحریک چلائی تھی، جو بڑی کامیاب رہی۔ اُن کی حکمت عملی سے لوگوں میں کلمے کی تعلیم اور دین کی بنیادی باتیں عام ہوئیں۔ دین کی طرف رجوع بڑھا اور ہندوؤں کی تحریک ناکام ہو گئی۔ اللہ مولانا صاحب پر رحمت فرمائے، اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو لوگ بڑے پیمانے پر ہندومت میں چلے جاتے۔ یہ حالات تھے جب تحریک پاکستان چل رہی تھی۔ ایسے حالات میں پاکستان کا بن جانا آسان نہ تھا۔ (افسوس کہ ہماری نئی نسل کو تحریک پاکستان کے زمانے کے حالات معلوم ہی نہیں۔ ہمارے نصابات بدل دیئے گئے ہیں۔ ہمارے ہاں نصاب تعلیم میں چھوٹی سی تبدیلی بھی کرنی ہو تو حکومت کے ہاں ایک طویل پراسس اختیار کرنا پڑتا ہے، یہاں تک کہ 10,10 سال گزر جاتے ہیں۔ لیکن جب ''اوپر'' سے حکم آیا ہے تو پرویز دور میں وزیر تعلیم زبیدہ جلال نے چند مہینوں کے اندر سارا نصاب بدل دیا۔ نصاب سے ہندو کی عیارانہ ذہنیت اور یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی اور اُن سے دوستی کی ممانعت کے قرآنی حوالے نکال دیئے گئے، تاکہ ہم اُن کی ذہنی غلامی اختیار کر سکیں اور ہنود اور یہود ونصاریٰ سے نفرت پیدا نہ ہو۔)

دوسری جانب تحریک پاکستان کو جو جماعت مسلم لیگ چلا رہی تھی، وہ بھی کانگریس کے مقابلے میں کم

پریس ریلیز 22 اگست 2014

امریکہ کے خلاف عمران خان کا حالیہ بیان تلخ حقائق کا جرأت مندانہ اظہار ہے

مارشل لاء کا نفاذ ملک کی بہت بڑی بدقسمتی ہوگی۔ ہمارے تمام مسائل کا حقیقی حل اسلامی نظام کے نفاذ میں ہے

ہمارے لیے کامیابی واحد راستہ قیام پاکستان کے وقت اللہ اور رسول ﷺ سے کیے ہوئے وعدہ کی پاسداری ہے

حافظ عاکف سعید

امریکہ کے خلاف عمران خان کا حالیہ بیان تلخ حقائق کا جرأت مندانہ اظہار ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ جو مذاکرات بڑی مشکل سے شروع ہوئے تھے جلد ہی ڈیڈلاک کا شکار ہو گئے۔ اُنہوں نے کہا کہ مذاکرات میں یہ تعطل انتہائی تشویشناک ہے۔ سیاست دانوں کو جلد از جلد قوم کو اس بحران سے نکالنا ہوگا۔ اسلام آباد جو پاکستان کا دارالحکومت ہے کتنے روز تک مفلوج رہے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ مسلم لیگ (ن) نے بھی مظاہروں اور جلسوں کا اعلان کیا ہے جس سے تصادم ہوگا اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ تیسری قوت تو معاملات طے کرانے یا سب کچھ لپیٹ دینے کے لئے میدان میں آنا پڑے۔ اُنہوں نے کہا کہ مارشل لاء کا نفاذ اس ملک کی بہت بڑی بدقسمتی ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے تمام مسائل کا حقیقی حل اسلامی نظام کے نفاذ میں ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اللہ اس قوم کی مدد کیسے اور کیوں کرے جس کی معیشت میں سود رچا بسا ہوا ہے اور جہاں فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب آیا ہوا ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارا سیاسی عدم استحکام، ہماری تباہ شدہ معاشی حالت اور ہمارا معاشرتی بگاڑ اللہ اور رسول سے کیے گئے وعدے سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ افغان طالبان نے اللہ کے دامن کو تھاما، اللہ نے اُن کی مدد کی اور آج وہ نیٹو افواج کو ذلت آمیز شکست دینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ہمارے لئے بھی کامیابی کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم قیام پاکستان کے وقت اللہ اور رسول ﷺ سے کیے ہوئے وعدہ کی پاسداری کریں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

سیاسی اثر ورسوخ کی حامل جماعت تھی جبکہ کانگرس ایک بہت بڑی جماعت تھی۔ اس میں پورے ہند کے لوگوں کی نمائندگی تھی۔ اس میں ہندو بھی تھے، سکھ بھی تھے اور مسلمانوں کے بڑے بڑے اکابر موجود تھے، جو ہندوستان کی تقسیم کے خلاف تھے۔ مسلم لیگ تو ایک عرصے سے صرف مسلمانوں اور مسلمانوں کے بھی ایک محدود طبقے کی نمائندہ جماعت چلی آتی تھی۔ جمعیت علماء ہند کے ٹاپ کے علماء تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے حامی نہیں تھے۔ احرار اور خاکسار بھی اس سے باہر بیٹھے تھے۔ ان حالات میں اس امر کی بہت کم امید کی جاسکتی تھی کہ پاکستان بن سکتا ہے۔

اِن پُر خطر حالات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات دلائی، اور پاکستان کی صورت میں ایک پناہ گاہ عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو ٹھکانہ دیا، جو خطۂ زمین عطا کیا، وہ ہر لحاظ سے ایک بہترین خطہ ہے۔ اس میں ہر قسم کی جغرافیائی صورتحال موجود ہے۔ اس میں پہاڑ بھی ہیں اور میدان بھی، دریا بھی ہیں، ندیاں نالے بھی ہیں، صحرا بھی ہیں اور نخلستان بھی۔ اس کا صوبہ پنجاب کا میدان ایک بہترین زرعی علاقہ ہے۔ یہاں انواع واقسام کی سبزیاں، پھل اور اناج پیدا ہوتا ہے۔ پہاڑی علاقوں بالخصوص خیبر پی کے میں جنگلات ہیں۔ صوبہ بلوچستان معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ تھر کے علاقے کے حوالے سے تھر پول کا بھی بہت چرچا ہے۔ یہاں اعلیٰ معیار کے کوئلے کے وسیع ذخائر موجود ہیں......

تحریک پاکستان کے زمانے میں اور پھر قیام پاکستان کے بعد اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر ہماری مدد کی۔ 65 میں ہمیں فتح سے ہمکنار کیا۔ 71 کی جنگ میں اگرچہ ہمارا ایک بازو ہماری نالائقیوں کے سبب ہم سے الگ ہوگیا (اور یہ اللہ اور اُس کے دین کے ساتھ بے وفائی کی سزا تھی)، لیکن جو ملک باقی بچا وہ اللہ کی خاص مدد سے بچ سکا۔ اب بھی یہ ملک انڈیا یا کسی دوسری طاقت سے محفوظ ہے تو اس لیے کہ اللہ نے ہمیں ایٹمی صلاحیت عطا کی ہے، ورنہ انڈیا کب کا ہمیں ہڑپ کر چکا ہوتا۔ بہرحال اللہ نے ہمیں معجزانہ طور پر پاکستان عطا کیا، اور ہر ہر قدم پر ہماری نصرت فرمائی، اس لیے تا کہ وہ دیکھے ہم نعمت پا کر اُس کا شکر کرتے ہیں یا کفران نعمت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اللہ کے انعام واحسان کی قدر کرتے، اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے، اس کی رضا اور خوشنودی کے نصب العین کے لیے محنت کرتے۔ مگر ہم نے ایسا نہ کیا۔ انگریز کی غلامی سے آزاد ہو کر ہم نے اسلامی نظریے کے ساتھ جس کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا تھا وفاداری نہیں کی، بلکہ دنیا اور دولت پرستی کو اپنا شعار بنالیا۔ اب ہمارا ایک ہی نصب العین رہ گیا کہ زیادہ سے زیادہ دنیا کماؤ، ملک کو لوٹو کھسوٹو اور اپنے خرچے بھرو۔ پاکستان میں سرکاری ملازمت کا ایک ہی مطلب ہے کہ اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنوں کو اور اپنے رشتہ داروں کو نوازنے کے موقع حاصل کیا جائے۔ ملک وقوم کا مفاد بھی کوئی شے ہے، یہ تو ہماری لغت میں ہے ہی نہیں۔ بس ذاتی مفاد کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ذاتی مفاد کے لیے ملک کے ٹکڑے کر کے کھا جائیں، کوئی حرج نہیں۔

شکر کا دوسرا اہم ترین تقاضا یہ تھا کہ اسلام سے متصادم وہ باطل نظام جو انگریز نے ہم پر مسلط کر رکھا تھا، اُسے جڑ سے اکھاڑ کر دینِ حق کو قائم کرتے۔ ہندو سے ہمارا جھگڑا اسی بنیاد پر تھا۔ دو قومی نظریہ کیا ہے؟ یہی کہ ہم ہندوں کے ساتھ ایک قوم کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ہم ہر لحاظ سے ان سے مختلف ہیں۔ ہمارا عقیدہ الگ ہے۔ ہماری عبادات الگ ہیں۔ ہماری ثقافت الگ ہے۔ ہمارا رہن سہن اور طور طریقے الگ ہیں۔ لباس الگ ہے۔ لہٰذا ہمیں الگ خطۂ زمین چاہیے جہاں ہم اپنی نظریاتی بنیادوں پر ایک ریاست تشکیل دیں اور دنیا کو اسلامی فلاحی ریاست کا نمونہ دکھا دیں۔ قائداعظم کے 100 سے زائد بیانات اس امر کی تائید میں ریکارڈ پر ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ جو ملک بنانے چلے ہیں، اس کا دستور کیا ہوگا، تو اُن کا جواب تھا کہ ہمارا دستور 13 سو سال پہلے ہمیں دے دیا گیا یعنی قرآن پاک۔ 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد میں علامہ اقبال نے جو تصور پاکستان دیا تھا، وہ بھی خلافت راشدہ کے تصور سے مستعار اسلامی ریاست کا تصور تھا۔ اس خطبہ میں علامہ نے پہلی مرتبہ پاکستان کی تجویز پیش کی ہے۔ یہ تجویز ہی نہیں تھی بلکہ ایک پیشین گوئی اور بشارت تھی۔ انہوں نے کہا کہ عنقریب ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد اسلامی ریاست قائم ہو کر رہے گی۔ یہ تقدیر مبرم ہے۔ انہوں نے مزید کہا: ''اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں ایک موقع مل جائے گا کہ دور ملوکیت میں اسلام کے رخ روشن پر جو داغ دھبے آگئے تھے، ان کو ہٹا کر اسلام کی صحیح تصویر پوری دنیا کو دکھا سکیں۔'' خلافت راشدہ کے بعد ملوکیت کے سائے گہرے ہوتے چلے گئے۔ اور خاص طور پر بنو عباس کے زمانے میں اور اسلام کا اصل روشن چہرہ داغدار ہونا شروع ہو گیا تھا۔ قیام پاکستان کی غرض وغایت یہ تھی کہ اسلام کے چہرے سے یہ داغ مٹا کر نئی مملکت میں خلافت راشدہ والا اسلام قائم کر کے دکھا دیا جائے۔ افسوس کہ قیام پاکستان کے بعد قوم فتنۂ مال میں مبتلا ہو گئی۔ ہم اپنے سارے وعدے بھول گئے۔ قائداعظم نے نفاذ اسلام کی جانب پھر بھی کوئی کام شروع کیا تھا۔ انہوں نے جب سٹیٹ بنک کا افتتاح کیا، اس وقت بھی یہ کہا تھا کہ ہمیں اسلامی معاشی نظام قائم کرنا ہے، اس لئے سرمایہ دارانہ نظام ہمارے معاشی مسائل حل نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے علامہ اسد کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ پورے ملک میں نفاذ اسلام بالخصوص تعلیمی نصاب کی اسلامائزیشن کے لئے سفارشات تیار کریں۔ علامہ اسد نے بڑی محنت سے اس حوالے سے اپنی سفارشات تیار کیں۔ اُن میں سے ایک یہ تھی کہ اس وقت جو تعلیم کا نظام چلا آرہا ہے یہ انگریز کا دیا ہوا ہے، بہتر یہ ہے کہ جب تک ہم نیا نظام قائم نہیں کرتے، بچوں کو گھروں میں بٹھا دیا جائے۔ اس لئے کہ یہ موجودہ تعلیمی نظام ایمان کی جڑیں کھودنے والا ہے۔ ہم نے علامہ اسد کی سفارشات پر کوئی توجہ نہ دی اور سیکولر تعلیمی نظام کے خاتمہ کی بجائے خود انہی کی جڑیں کاٹنے پر کمربستہ ہوگئے۔ ہماری بیوروکریسی نے ان کی تحقیقی سفارشات جلا کر سارا ریکارڈ ضائع کر دیا۔ بہرکیف ہم نے اسلامی نظریے کے نفاذ وقیام کی جانب کوئی توجہ نہ دی۔ بلکہ انگریز جو دستور چھوڑ گیا تھا آج تک اسے مقدس گائے کی طرح سنبھال کر رکھا ہے۔ ہم نے اس کی پوری حفاظت کی ہے، اور غلبۂ اسلام کے راستے میں ہر ممکنہ رکاوٹ ڈالی ہے اور ہر کوشش ناکام بنانے کی سعی کی ہے۔

ہم نے شکر کی بجائے کفران نعمت کی جو روش اختیار کی، اِسی کا نتیجہ ہے کہ آج تکلیف دہ صورتحال سے دوچار اور مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے مسائل اور زبوں حالی پر وہ آیت پورے طور پر منطبق ہوتی ہے جو سورۃ النحل میں آئی ہے۔ اس آیت میں ہمیں آئینہ دکھایا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾

''اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ (ہر طرح

امن چین سے بستی تھی۔ ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا۔ مگر اُن لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، تو اللہ نے اُن کے اعمال کے سبب اُن کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھادیا۔‘‘

اللہ نے ہمیں پاکستان عطا کیا۔ اُس نے ہمیں وہ ایٹمی صلاحیت عطا کی کہ کوئی بیرونی دشمن ہمارے ملک کو میلی نظر سے دیکھ نہیں سکتا۔ اندرونی طور پر بھی اطمینان ہے کہ ایک ہی دین، قرآن اور ایک ہی مذہب کے ماننے والے لوگوں کی اکثریت ہے۔ اللہ نے پاکستان کو ہر قسم کے وسائل سے مالا مال کیا۔ پاکستان میں ہر قسم کے میوے، پھل، اناج، غلہ، اور سبزیاں مختلف جغرافیائی حالات میں آپ کو میسر ہیں۔ کوئی چیز یہاں سے چلی آ رہی ہے، کوئی وہاں سے آ رہی ہے۔ کہیں سے خشک میوہ جات آ رہے ہیں، کہیں سے پھل آ رہے ہیں، کہیں سے گندم اور چاول آ رہے ہیں۔ لیکن اللہ کے اتنے بڑے فضل کے بعد ہم اہل پاکستان نے اللہ کے ان انعامات کی ناشکری اور دین سے بے وفائی کی۔ ہم تحریک پاکستان کے زمانے میں کہتے تھے کہ ہماری اقدار، روایات اور معاشرت ہندوؤں سے الگ ہے۔ لیکن وہ سب کچھ آج کہاں ہے؟ وہ اسلامک سوشل ویلیوز کہاں ہیں؟ آج ہم تہذیبی حوالے سے جس حال میں ہیں اُس سے تو پاکستانی اور ہندوستانی معاشرے میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا۔ ہندوانہ رسومات اور بے حیائی اور فحاشی و عریانی میں ان سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں، کیا یہ اسلامی معاشرہ ہے؟ اللہ کے انعامات اور احسانات کی ناقدری کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھوک کا مزا چکھایا، اور خوف کا لباس اوڑھا دیا۔

آج اس ملک کے اندر یہ دونوں عذاب پورے طور پر عیاں ہیں جن کو قرآن نے نمایاں کیا، لباس الجوع والخوف۔ ٹھیک ہے، ہمارے معاشرے میں 20,15 فیصد لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جنہیں بھوک کا اندیشہ نہیں ہے، لیکن ملک کی جو اسی (80) فیصد آبادی ہے اُس کو دیکھئے، وہ کس حال میں ہے۔ دو وقت کی روٹی ان کے لیے کتنی مشکل ہو چکی ہے۔ مہنگائی کے سیلاب نے اُن کی راتوں کی نیندیں حرام کر دی ہیں۔ اشیائے خوردنی تک غریب کی پہنچ سے باہر ہیں۔ دالوں اور چاول کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس کے باوجود ہے کہ اللہ نے پاکستان کو سونا اُگلنے والی زمینیں عطا کیں، مگر ہم اپنی نااہلی کی وجہ سے زراعت کو ترقی نہ دے سکے۔ ہمارے مقابلے میں انڈیا نے اپنی زمین کے ایک ایک انچ کو قابل کاشت بنایا ہے۔ کسانوں کو جدید زرعی آلات اور مراعات دی ہیں۔ اور یوں ایک بہترین زرعی نظام متعارف کرایا ہے۔ مگر ہمارے حکمران لوٹ کھسوٹ میں مشغول رہے۔ بھوک کے ساتھ ساتھ آج ہمیں توانائی اور بجلی کے بحران کا بھی سامنا ہے۔

دوسرا عذاب ہم پر خوف کی صورت میں مسلط ہے۔ یہ خوف کس درجے میں ہے، اس کا چند سال پہلے ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ نائن الیون کے بعد ہم پرائی آگ میں کود پڑے اور تب سے اپنے ہی مسلمانوں کا خون کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مسلمان ہی ایک دوسرے کا گلہ کاٹ رہے ہیں۔ خوف کے عذاب کا یہ عالم ہے کہ ہمارے سیکورٹی کے ذمہ دار ادارے خود سیکورٹی کے طالب ہیں۔

اسی طرح ایک اور آیت میں نے پڑھی ہے جو سابقہ امت مسلمہ بنی اسرائیل کے متعلق ہے:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ق﴾ (البقرہ:81)

’’آخر کار ذلت و رسوائی اور محتاجی (و بے نوائی) ان سے چمٹادی گئی۔‘‘

بنی اسرائیل کے پاس رسول آئے، ان کو کتاب و شریعت دی گئی۔ شریعت اس لیے دی گئی تھی کہ اس کے مطابق زندگی گزارو۔ تمہارے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا آپشن ہے ہی نہیں۔ مگر جب انہوں نے اللہ کے دین سے بے وفائی کی، اللہ کے عطا کردہ قوانین شریعت کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا، اور دنیا پرستی میں مبتلا ہو گئے تو اللہ نے اُن پر ذلت و مسکنت کا عذاب نازل کیا۔ آج ہم بھی اسی صورتحال سے دوچار ہیں۔ اسلامی شریعت سے پہلو تہی نظام شریعت سے کھلی بغاوت کے مترادف ہے۔ اور یہ بغاوت آج ہم بڑے دھڑلے سے کر رہے ہیں۔ اسی لئے تو ذلت و رسوائی ملت اسلامیہ بالخصوص مسلمانانِ پاکستان کا مقدر بنی ہوئی ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں سب سے زیادہ ذلت و رسوائی ہم پاکستانیوں کے حصے میں آئی ہے۔ مسکنت کیا ہے؟ بے چارگی کی کیفیت۔ آنحضور ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنائے گئے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی ہے۔ اس کے علاوہ گوانتا ناموبے میں، ابوغریب جیل میں، بگرام ائیر بیس پر جہاں مسلمانوں کو قید کیا گیا تھا، قرآن کے ساتھ انتہائی توہین آمیز سلوک کیا گیا، تاکہ انہیں اور سب مسلمانوں کو ذہنی اذیت دی جاسکے۔ ہم نے ایسے مواقع پر مظاہرے تو کر لئے مگر پھر بیٹھ گئے، اور کچھ نہ کر سکے۔ اسی طرح شاتم رسول سلمان رشدی (بدبخت) جس نے نبیؐ کی شان میں گستاخی کر کے ایک نئی ریت ڈال دی تھی، اور جس کی گردن مارنے پر خمینی نے بھاری رقم بطور انعام دینے کا اعلان کیا، آج دندناتا پھر رہا ہے، مگر ہم عملاً اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور بے بسی کی تصویر بنے ہیں۔ یہ ہے ذلت و رسوائی اور بے بسی۔ اور یہ ذلت و بے بسی آج ہم پر اس لئے مسلط ہے کہ ہم نے اللہ کے دین سے بے وفائی کی ہے۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ آج ہم مسلمانوں میں کوئی قائد انقلاب اُٹھتا ہے تو اسلام کا نام تک نہیں لیتا۔ صرف معاشی انصاف کی بات کرتا ہے۔ کوئی اور اٹھتا ہے تو دستور میں بہتری کی بات کرتا ہے۔ یہ ذکر نہیں کیا جاتا کہ اللہ کی شریعت کو نافذ کیا جائے، تاکہ زندگی کا کوئی گوشہ اسلام سے باہر نہ رہے۔ اس کی دعوت دینے والا کوئی نہیں۔ ہماری ذلت و رسوائی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو ترجیح نہیں بنایا۔ یاد رکھئے، اگرچہ جزوی اصلاحات بھی اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن ان سے کام نہیں چلے گا۔ ہمیں پورے اسلام کو نافذ کرنا ہوگا۔ شریعت سے بے وفائی پر اللہ ہمیں بار بار عذاب کے جھٹکے دے رہا ہے۔ شاید کہ ہم جاگ جائیں۔ ہمیں قوم یونسؑ کی سی توبہ کی ضرورت ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ سچی توبہ ہوگی تو ہی ہم بڑے عذاب سے بچ سکیں گے۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

کنٹینر انقلاب

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پورا ملک لگ بھگ تین ہفتے سے معطل ہے۔ پہلے عید کی چھٹیاں، پھر قادری صاحب کا یوم شہداء، بعد ازاں خان صاحب کے افراتفری مارچ لاہور تا اسلام آباد، کنٹینری ناکہ بندی نے اس غریب ملک کا اربوں کا نقصان کر ڈالا۔ ساری کہانی ایک کرسی کی ہے۔ کرسی ایک اور وزارت عظمیٰ کے امیدوار بارہ۔ مل بانٹ کر اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کی طرح صلح صفائی سے کھاتے تو بہتر تھا۔ وزیراعظم کے قصر میں بارہ کرسیاں رکھ لیں۔ کیوں پورا ملک ہوس اقتدار کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں؟ سوا ارب عمران خان نے تا حال مارچ میں کھپا ڈالے، 75 کروڑ قادری نے۔ فنڈنگ تمام تر بیرون ملک سے ہو رہی ہے۔ گولیاں کھانے کے دعویدار عوام کے غم خوار خود بالترتیب سوا کروڑ کا کنٹینر عمران خان اور 85 لاکھ کے ٹھنڈے ٹھار کنٹینر میں قادری فائیو سٹار ہوٹلوں کے کھانے کھاتے رہے۔ پہلے پتھراؤ پر بلٹ پروف کنٹینر سے نکل کر بلٹ پروف گاڑی میں عازم اسلام آباد ہو گئے۔ ؏ رنج لیڈر کو بہت ہیں مگر آرام کے ساتھ!

یہ انقلاب پاشا صاحب کا برین چائلڈ (دماغ کی اختراع) ہے۔ وہ خود یوں بھی امریکا کی ملازمت کر رہے ہیں۔ سواسی اسلوب میں تختہ الٹنے کا یہ نرالا منصوبہ طے پایا۔ (Civilian Coup) تیسری دنیا میں جو کام پہلے فوجی کرتے تھے اس مرتبہ یہ فوجی ہاتھوں سے سویلین بغاوت کا منظر بنا! رہا مارشل لاء تو یہ کہنا کہ اس کے آنے کا اب کوئی امکان نہیں، بھی ایک لطیفہ ہے۔ آئے گا تو جب اگر موجود نہ ہو! مارشل لاء کے سر پر سینگ تو ہوتے نہیں۔ دارالخلافہ فوج کے بوٹوں تلے 245 کا ہار گلے میں ڈالے ہوئے ہے۔ PPO سے بڑا مارشل لائی قانون کہاں سے آئے گا؟ ملک میں جبری گمشدگی، حراستی مراکز اور آئے دن سوات کے افراد کی پھینکی جاتی لاشوں کے مقابل آئین، عدالتیں کلیتاً بے بس ہیں۔ ڈانٹتی ہیں ڈپٹتی ہیں پھر خاموش ہو جاتی ہیں! میڈیا کی چٹنی کا ذائقہ ارباب صحافت وابلاغ چکھ چکے حال ہی میں۔ یوم آزادی کے پروگرام میں وزیراعظم پروٹوکول کے معمولات سے ہٹ کر دائیں بائیں جس طرح ستاروں بھری وردیوں میں گھرے بیٹھے تھے، وہ سویلین حکومت کی اوقات بتانے اور اسے تارے دکھانے کو بہت کافی تھا۔ ریہرسل کے نام پر اسلام آباد میں 3 دن جہاز رات کے ساڑھے بارہ بجے جس طرح شہریوں کا دل دہلاتے رہے وہ بھی محل نظر رہے۔ بعداز نصف شب کی یہ گھن گرج صرف وزیراعظم کے در و دیوار پر بھاری نہ تھی۔ اس کے بال و پر کے نیچے درجن بھر بڑے ہسپتال بشمول چلڈرن ہسپتال کے بچوں، دل کے مریضوں، بوڑھوں کے لئے بھی یہ نصف شب کا شور قیامت اعصاب شکن تھا۔ یوں بھی پُرسکون شہریوں کے یہ باسی اہل فاٹا کی طرح حوصلہ مند نہیں جو پہاڑوں میں گھرے کچے گھروں پر بم بردار گرج سہتے آ رہے ہیں۔ یہاں تو شیور چوزوں کی نسلیں ہیں جو سہم سہم کر سوتی جاگتی رہیں! یہ بھی دلوں پر اس فضا میں ہیبت بٹھانے کا ایک انداز رہا۔ مودی کارگل سے دھمکیاں دے رہا تھا، جبکہ سیالکوٹ پر سرحد پار سے بھارتی توپیں آگ اگل رہی تھیں، لاشیں گر رہی تھیں۔ ہم ان سے یوم آزادی کے گلدستے اور مٹھائیوں کے تبادلے میں مصروف تھے!

طاہر القادری انقلاب کی زور آوری اور عمران خان مارچ پر حساس ادارے کا فرمان یہ جاری ہوا کہ چونکہ عوامی تحریک اور تحریک انصاف کے پاس نہ عسکری ونگ ہے نہ اسلحہ لہٰذا ان کے خلاف کارروائی نہیں ہو سکتی۔ یہ چونکہ کینیڈین انقلاب کے کیل کانٹوں سے لیس جادوئی ڈنڈے تھے لہٰذا پاس ہو گئے۔ اُدھر جامعہ حفصہ کی خواتین (صنف نازک) کے سادہ درشتی ڈنڈوں سے حکومت (امریکا) کی رٹ چیلنج ہو گئی تھی اور ڈنڈا برداروں کو فاسفورس بموں سے سزائے موت دی گئی۔ عوامی تحریک کے کارکنوں نے پولیس پر یلغار کر کے اہلکار اغوا کر لئے، زخمی کر ڈالے لیکن معصوم قرار پائے۔ وہاں آنٹی شمیم کو گھناؤنے کاروبار سے عزت و آبرو سے لا کر تائب کروایا گیا، تو شور قیامت بپا ہو گیا۔ طاہر القادری کے فرمودات پولیس کی وردیاں پھاڑ دو، تھانے جلا دو، پولیس والوں کے گھروں میں جتھہ وار گھس جانا، چمڑی ادھیڑ دینا، مجھے کچھ ہوا تو شریف خاندان کے سارے مرد مار ڈالنا، قابل اعتراض اور قابل عتاب نہ ٹھہرے کہ یہ سب گویا امن کے پھول بن کر برستے رہے! گل پاشی سے عوام کی سماعتیں بھسم ہو رہی تھیں۔ کیا یہ ڈرامے برطانیہ، کینیڈا میں رچانا ممکن ہے؟ اِدھر ان کی ہی عطا کردہ جمہوریت طلوع ہوا اُدھر اسے دن کے گیارہ بجے غروب کر دینے کو پورا ملک انتشار و افراتفری کی نذر کر دیا جائے؟ پاکستان کو گوروں نے عجب تھیٹر بنا رکھا ہے۔ نت نئے مداری تماشے۔ کیا ہم بھی کوئی برطانوی الطاف حسین یا کینیڈین طاہر القادری پال کر، پھر اسے لندن، ٹورنٹو پر اس انداز میں چھوڑ سکتے ہیں کہ پورا ملک درہم برہم ہو جائے؟ لاہور تا اسلام آباد شہر معطل، کاروباری سرگرمیاں ماند، تعلیمی ادارے بند، معیشت ٹھپ، جہازوں کی پروازیں معطل، اربوں کا نقصان ایک مفلوک الحال ملک کا جو امریکی کالونی بن چکا ہے۔ ریکارڈ توڑنے کو بھلے آپ دنیا کا سب سے بڑا اور اونچا پرچم لہرا دیں، ریکارڈ ایک نہیں دو ٹوٹے ہیں۔ ایک پرچم کی بلندی اور دوسرا عوام کی غربت، فلاکت و نکبت کا! اس پرچم کے سائے تلے کیا کچھ نہیں؟ اپنے ہاتھوں جبراً بے در بے گھر کیے افراد کی ریکارڈ توڑ تعداد ننگے پیر، برہنہ بدن، بھوکے پیٹ، تعلیم سے عاری عوام کے لئے اتنا بے شمار کپڑا ان کی دسترس سے اتنی دور لہراتا ہوا، منہ چڑاتا ہوا۔

اس مارچ کا المیہ یہ ہے کہ اتنے سال امریکا، مغرب پر بے باکی سے برسنے والا عمران خان یکا یک امریکی فدوی بن بیٹھا۔ اتنے سال بعد یہ باور کر لیا کہ امریکا کی ذرہ نوازی کے بغیر وزارت عظمیٰ تک رسائی ممکن نہیں، لہٰذا ساری دھڑلے داری بالائے طاق رکھ کر منقار زیر پر ہو گئے۔ جارج گیلوے تو اسرائیل کی غزہ پر درندگی کے خلاف چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیں۔ لورین بوتھ اور ایوان ریڈلے مظاہروں (اسرائیل مخالف) کی قیادت کریں اور عمران خان غزہ کے مظلوموں، ننھے لاشوں پر اُف تک نہ کہیں۔ امریکہ نے عراق میں مالکی کو چلتا کیا اور حیدری الابدی کو لا پلانٹ کیا۔ غلام ممالک کے حکمران ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تاج سر پر رکھا ہے بیڑیاں ہیں پاؤں میں! سو آئے گا وہ جو مکمل بیڑیاں پہننے پر راضی ہو! یوم آزادی جھنڈوں، جھنڈیوں، پٹاخے، آتش بازیوں (لوڈشیڈنگ کے مارے مقروض ملک میں) سرکاری عمارتوں پر رنگ برنگی روشنیوں کے اہتمام کا نام نہیں، جو ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری۔

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

پاکستان میں عربی زبان کی ترویج

وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف سابق نگران حکومت پنجاب کی اپیل

پروفیسر ڈاکٹر مظہر معین

بحوالہ بالا پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی درخواست کی سماعت کے بعد جس میں عربی زبان کی تدریس و ترویج کے سلسلہ میں دستور پاکستان، نفاذ شریعت ایکٹ 1991ء صدارتی حکم برائے تدریس عربی زبان 1982ء، سینیٹ کی تعلیمی کمیٹی کی سفارشات وغیرہ کے حوالے سے ابتدائی و ثانوی تعلیم میں عربی زبان کی لازمی تدریس پر عملدرآمد نہ کیے جانے کا نوٹس لئے جانے، نیز ریاست کے دین اسلام، امت مسلمہ، امہات المومنینؓ اور اسلامی تعلیم کی زبان ہونے کی حیثیت سے سرکاری، قومی، مادری اور تعلیمی دائروں میں عربی زبان کے استعمال پر عائد پابندیوں کو ختم کرنے اور عربی زبان کی ترویج کے سلسلے میں فیصلہ صادر فرمانے کی درخواست کی گئی تھی۔ وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد کے تین فاضل ججوں پر مشتمل بنچ نے وفاقی و صوبائی حکومتوں کے جوابات نیز اسلامی نظریاتی کونسل کی پہلی سے بارہویں جماعت تک عربی زبان کی لازمی تدریس کی متفقہ سفارش (جون 2010ء) تیار کردہ مجوزہ بل 2011ء اور دیگر پیش کردہ مواد و دلائل کے حوالے سے مورخہ 22 اکتوبر 2012ء کو فیصلہ صادر فرمایا کہ:

In view of the above federation of Pakistan is directed that, under Article 31(2)of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan, Shariat act, 1991 and the facts mentioned above, necessary steps, stated to be already under way, in certain respects in this regards, as mentioned above, be finalized early for promotion of arabic language for the educational and other relevant systems. It should regularly be monitored in order to ensure positive progress on the same, to be submitted to the cabinet within six months.

(7) Shariat Misc. application No. 06.1of 2011 filed by Dr. Zahoor Ahmad Azhar is hereby disposed off accordingly.

(8) the office is hereby directed to send copies of this Judgement to the Federal Government as well as four Provincial Governments for information and necessry compliance with in six months.

(ترجمہ: مذکورہ بالا کے پیش نظر وفاق پاکستان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آرٹیکل 31(2)، شریعت ایکٹ 1991ء اور مذکورہ بالا حقائق کے حوالے سے عربی زبان کی ترویج کے لئے ضروری اقدامات کو جن میں سے بعض مخصوص حوالوں سے پہلے ہی روبعمل بتلائے گئے ہیں، تعلیمی اور دیگر متعلقہ نظاموں میں جلد حتمی شکل دی جائے اور اس حوالہ سے مثبت پیش رفت کو یقینی بنانے کے لئے ان اقدامات کی باقاعدگی سے مانیٹرنگ کی جائے، تاکہ چھ ماہ کے اندر انہیں کابینہ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

(7) ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی جانب سے دائر کردہ شریعت متفرق درخواست نمبر 2011 OF 1 / 06 کو اس کے مطابق نمٹا جاتا ہے۔

(8) اس دفتر کو یہاں ہدایت دی جاتی ہے کہ اس فیصلے کی نقول وفاقی حکومت اور چاروں صوبائی حکومتوں کو برائے اطلاع نیز چھ ماہ کے اندر ضروری تعمیل کے لئے ارسال کی جائیں)

عربی زبان کی ترویج و ترقی کے سلسلے میں وفاقی شرعی عدالت، اسلام آباد کے مذکورہ فیصلے کے خلاف سابق نگران وزیر اعلیٰ پنجاب نجم سیٹھی کی صوبائی حکومت نے اپیل کی مقررہ مدت ختم ہو جانے کے بعد سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلٹ بنچ میں ایک اپیل دائر کی، جس میں دیگر دلائل کے علاوہ درج ذیل اقتباسات علماء و مشائخ کرام، نیز ارباب فکر و دانش کے لئے بطور خاص قابل توجہ ہیں۔ (ص 6-7)

(Vii) That it is also to be noted that Arabic is not the language of Islam rather it was and is still the langauge of Non- Muslim, Mushrikeen and of the dire enemies of Islam and of the Holy Prophet (PBUH) It was the Arabic Language in which the precepts and poetry was written against the Holy Prophet (PBUH).Language is the medium and not the object of Islam.Allah did not send all His Books in Arabic LanguageIn other words, we can say, if there had been any sanctity or sacredness attached to the Arabic Language, Allah almighty would have sent all His religious books in Arabic. Allah chose the language of His Books according to the language of the people of that particular area (addressee or mukhatab) that more and more people may understand the akhams.

(ترجمہ: یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ عربی اسلام کی زبان نہیں ہے بلکہ یہ ماضی میں نیز اب بھی غیر مسلم مشرکین اور اسلام و رسول اللہ ﷺ کے شدید دشمنوں کی زبان ہے۔ یہ عربی زبان ہی تھی جس میں رسول پاک ﷺ کے خلاف باتیں اور شاعری لکھی گئی۔ زبان اسلام کا ذریعہ ہے، مقصد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری کتابیں عربی میں نازل نہیں فرمائیں۔ بالفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر

عربی زبان سے کسی تقدس وحرمت کا تعلق ہوتا تو اللہ اپنی تمام مذہبی کتابیں عربی ہی میں نازل فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کی زبان اس مخصوص علاقہ کے لوگوں (مخاطب) کی زبان کے مطابق منتخب فرمائی تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ احکام کو سمجھ سکیں)

Quran says:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ o﴾ (یوسف:2)

ترجمہ: ''یقیناً ہم نے اس کو قرآن عربی نازل فرمایا کہ تم سمجھ سکو۔''

Translation: "We have sent it down As an Arabic Qur- an, in order that ye may learn wisdom."

Quran says:

﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ o﴾ (الشعراء:195)

ترجمہ: ''صاف عربی زبان میں ہے۔''

Translation: In the prespicuous Arabic tongue.

Quran says:

﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ o﴾ (حٰم السجدة:3)

Translation: "A Book whereof the verses are explained in detail, A Quran in Arabic, for people who understand".

The above referred verses clearly state that the purpose of revealing the Holy Quran in Arabic language was that the addressee (being Arab) may understand it. Hence logically and conversely, had the Quran been revealed for an Urdu speaking society ,it wouldhave definitely been revealed in Urdu and not in Arabic.

(ترجمہ: محولہ بالا آیات واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ قرآن پاک عربی زبان میں نازل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جن کو مخاطب کیا گیا ہے (عرب ہوتے ہوئے) اس کو سمجھ سکیں، لہٰذا اس کے برعکس اور منطقی طور پر، اگر قرآن ایک اُردو دان معاشرے کے لئے نازل ہوتا تو یہ یقیناً اُردو میں نازل ہوتا، نہ کہ عربی زبان میں۔)

Quran says:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o﴾ (ابراھیم:4)

ترجمہ: ''ہم نے ہر ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے تاکہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے۔ اب اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے راہ دکھا دے، وہ غلبہ اور حکمت والا ہے۔''

Translation: We sent not an apostle Except (to teach) in the language of his (own) people, in order to make (things) clear to them. Now God leaves straying. Those whom he pleases: and He is exalted in power, full of wisdom.

(Shariat appeal No: (S) Of 2013,P,6,7-VII)

ان مختصر اقتباسات سے جو 83 صفحات پر مشتمل شریعت اپیل نمبر 2013(S)OF میں شامل ہیں، اپیل کنندہ سابقہ نگران حکومت پنجاب کی علمی و دینی امور سے واقفیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے اور چونکہ موجودہ منتخب حکومت پنجاب کی جانب سے اس سلسلہ میں کوئی اقدام سامنے نہیں آیا تھا، لہٰذا تمام مکاتب فکر کے سو سے زائد علمائے کرام و مشائخ عظام نے مورخہ 3 رمضان 1434 ہجری/2013ء کو منعقدہ محکمہ مذہبی امور و اوقاف پنجاب کے زیر اہتمام ''سیدہ فاطمہ زہراؓ و امہات المومنینؓ کانفرنس'' کے موقع پر ڈاکٹر راغب نعیمی (جامعہ نعیمیہ) کی تجویز پر اور مولانا محمد اکرم کشمیری (جامعہ اشرفیہ) ڈاکٹر عبدالغفور راشد (جمعیت اہلحدیث، کوآرڈی نیٹر) اور دیگر علماء و مشائخ کی متفقہ تائید سے یہ قرارداد منظور کی کہ حکومت پنجاب نگران حکومت کی جانب سے دائر کردہ مذکورہ اپیل فی الفور واپس لے اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر مکمل طور پر عملدرآمد کیا جائے نیز اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے تیار کردہ ابتدائی و ثانوی جماعتوں میں تدریس عربی کے مجوزہ بل بعنوان (عربی بطور لازمی مضمون پڑھانے کا ایکٹ 2011ء) کی صوبائی اسمبلی سے منظوری حاصل کر کے اسے نافذ کیا جائے۔

اس سلسلے میں دوسرا اجلاس مورخہ 29 ستمبر 2013ء کو شعبہ عربی جامعہ پنجاب میں جناب پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں علماء و مشائخ کے مذکورہ بالا مطالبے کی مکمل تائید کی گئی۔ اس اجلاس میں شعبہ عربی کے سو سے زائد اساتذہ اور طلبہ و فاضلین کے علاوہ مولانا فضل الرحیم (مہتمم جامعہ اشرفیہ) مفتی محمد رمضان سیالوی (خطیب جامع مسجد داتا گنج بخشؒ) حافظ اطہر عزیز (فاضل شعبہ عربی و سیکرٹری جمعیت علماء اسلام، پنجاب) ڈاکٹر عبد الغفور راشد (کوارڈی نیٹر و رکن قرآن بورڈ) ڈاکٹر محمد سعد صدیقی (پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، رکن قرآن بورڈ صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان) اور ڈاکٹر عبد الخالق ندیم (پروفیسر زایسوسی ایشن، پنجاب) جناب محمد مشتاق ربانی (مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور)، جناب اکرام الحق (سید مودودی انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ، لاہور) اور دیگر علماء و اساتذہ کرام نے شرکت فرمائی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ:

1۔ سابقہ نگران حکومت کی دائر کردہ مذکورہ اپیل واپس لی جائے اور عربی زبان کی ترویج کے سلسلہ میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر عملدرآمد کیا جائے۔

2۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے تیار کردہ بل بعنوان: عربی بطور لازمی مضمون پڑھانے کا ایکٹ 2011ء Compulsory teaching of Arabic language act 2011 کو اسمبلی سے منظور کرا کر نافذ کیا جائے۔

تنظیمی اطلاع

مقامی تنظیم ''اولڈ سٹی'' میں محمد رضوان کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم اولڈ سٹی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں مشورہ کے بعد محمد رضوان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

ماں کا دودھ اور جدید تحقیقات

محبوب الحق عاجز
mehboobtnoli@gmail.com

اسلام اللہ کا آخری پیغام اور دینِ فطرت ہے۔ اس کی تعلیمات اور فطرت انسانی میں کامل ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اپنے اندر ایسے فوائد رکھتی ہیں جن کا شمار نہیں۔ مگر انسان ہے کہ اپنی نادانی، کم علمی اور کوتاہ فہمی کے سبب اکثر و بیشتر ان تعلیمات سے روگردانی کرتا ہے۔

ماں اور بچے کا رشتہ فطری رشتہ ہے۔ بچے کی بہتر ذہنی و جسمانی، اخلاقی و روحانی نشوونما کے لیے ضروری ہے کہ مائیں بچے کو اپنا دودھ پلائیں۔ قرآن عزیز میں جہاں والدین کی شکر گزاری کا تذکرہ ہے، وہاں ماں کے دودھ پلانے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾﴾ (لقمان)

"اور ہم نے انسان کو جسے اُس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اُس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (نیز) اُس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

آج صورت حال اس کے برعکس ہے۔ دورِ جدید کی عورت جب ماں بنتی ہے، تو اپنے خوبصورت بننے کے جنون میں بچے کو اپنا دودھ پلانے سے گریز کرتی ہے اور artificial feeding کا سہارا لیتی ہے۔ بچے کو زیادہ تر ڈبے کا دودھ پلایا جاتا ہے یا پھر گائے، بھینس یا بکری کا۔ حالانکہ ماں کا دودھ نہ صرف ماں اور بچے کی صحت کا ضامن ہے بلکہ بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ کا ذریعہ بھی ہے۔

بچوں کو ڈبے کا دودھ پلانے کا اہم محرک تہذیبی اثرات ہیں۔ جدید تہذیب کے زیر اثر مصنوعی دودھ پلانا رواج میں شامل ہوتا جا رہا ہے۔ وہ دوشیزائیں جو ماں بننے چلی ہیں، اگر ان سے کہا جائے کہ اپنا دودھ پلائیں تو وہ اسے خلاف تہذیب سمجھتی اور اپنے لیے عار خیال کرتی ہیں۔ حالانکہ دنیا بھر کے ماہرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مصنوعی دودھ ماں کے دودھ کا بدل نہیں ہو سکتا۔ ڈبوں کے دودھ کے ذریعے بچوں کو تمام غذائی اجزاء فراہم نہیں کیے جا سکتے۔ اس کے برعکس ماں کے دودھ میں یہ اجزاء مناسب مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔

جدید تحقیق نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ماں کے دودھ میں پروٹین، لحمیات اور چکنائی کی اتنی ہی مقدار ہوتی ہے جتنی بچے کو ضرورت ہو۔ کوئی جزو زیادہ مقدار میں نہیں ہوتا کہ بچہ ہضم نہ کر سکے اور اس کی آنتوں پر بوجھ بنے، یا کوئی جزو کم ہو اور بچے کی جسمانی نشوونما متاثر ہو۔ حال ہی میں انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز میں ساؤتھ ایشین انفینٹ فیڈنگ ریسرچ نیٹ ورک کے سیمینار میں ماہرین نے کہا کہ بچوں کی زندگیاں بچانے اور انہیں صحت مند بنانے کے لئے پیدائش کے فوراً بعد ماں کا دودھ دینا ضروری ہے۔ ماں کے دودھ سے بچوں کی اموات کی شرح میں 22 فی صد کمی لائی جا سکتی ہے۔

ماں کا دودھ نہ صرف بہترین غذا ہے بلکہ اس میں ایسے کیمیائی اجزاء antibodies ہوتے ہیں جو بچے کو پیٹ کی بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ماں کے دودھ سے ماں اور بچے کے درمیان پیار و محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ بچہ کی شخصیت متوازن ہوتی ہے۔ جو مائیں بچے کو اپنا دودھ نہیں پلاتیں ان کی اولاد روحانی و اخلاقی اعتبار سے بھی نامکمل ہوتی ہے۔ ماں کی ممتا اور والدین کی روایتی محبت پر بھی اِس کا برا اثر پڑتا ہے۔

ماں کے دودھ پلانے کے جہاں بچے کے لیے ان گنت فوائد ہیں، وہاں اس کا فائدہ خود ماں کو بھی ہے۔ جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ وہ مائیں جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں، وہ پندرہ سال تک ذیابیطس کی بیماری سے یقینی طور پر محفوظ رہتی ہیں۔ بوسٹن ہسپتال کے محقق ڈاکٹر الیسن اسیٹوپ کی یہ تحقیق امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے جریدے میں شائع ہوئی ہے۔ اس رپورٹ کی روشنی میں امریکن اکیڈمی آف پیڈیاٹرکس نے ماؤں کو ایک سال کی عمر تک بچے کو دودھ پلانے کی ہدایات کی ہیں جس سے نہ صرف بچے کی نشوونما بلکہ پوری صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں بلکہ مائیں بھی مختلف بیماریوں سے محفوظ رہتی ہیں جن میں ذیابیطس بھی شامل ہے۔

اس تحقیقی مطالعہ کے بعد ثابت ہوا کہ جن ماؤں نے جتنا زیادہ عرصہ تک بچوں کو دودھ پلایا ان میں اتنے ہی زیادہ عرصے کے لیے ذیابیطس کے خطرات کو دور کرنے میں مدد ملی یعنی زیادہ عرصے دودھ پلانا، زیادہ عرصے کے لیے ذیابیطس سے محفوظ رہنا، موجودہ طبی سائنس نے ثابت کر دیا ہے۔ تحقیق سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ جس دوران مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلاتی ہیں تو اس وقت ماؤں کے میٹابولک نظام میں ایسی تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں جو اسے مستقبل میں اس موذی مرض سے بچانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

اس جدید تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ وہ مائیں جو دودھ آنے کے باوجود بھی بچوں کو اسے پلانے سے اجتناب کرتی ہیں وہ ان ماؤں کے مقابلے میں جو دودھ پلاتی ہیں پچاس فی صد زیادہ ذیابیطس کے خطرات مول لیتی ہیں جس کی بنیادی وجہ حمل کے دوران استعمال ہونے والی ادویات کا اثر انداز ہونا بھی ہے۔

اس تحقیق کے بعد مغربی ممالک میں ماؤں کا اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے رجحان میں تقریباً ستر فیصد اضافہ ہوا ہے جو نہ صرف بچوں بلکہ ماں کی صحت کے لیے بھی ضروری ہے۔ خدا کرے کہ خوئے غلامی سے سرشار اہل مشرق بھی اس طرف متوجہ ہوں۔

☆☆☆

پاکستان عوامی تحریک کے قائد

طاہر القادری کا انقلاب

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

مرتب: فرقان دانش

سوال: طاہر القادری ملک میں انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ تنظیم اسلامی بھی انقلاب کی داعی ہے۔ کیا دونوں کے انقلاب میں کوئی فرق ہے؟ اگر نہیں تو پھر تنظیم اسلامی ان کا ساتھ کیوں نہیں دیتی؟

حافظ عاکف سعید: انقلاب کا لفظ آج کل بہت ہی عام ہوگیا ہے۔ ہر شخص انقلاب کی بات کر رہا ہے۔ مزدور طبقہ ہو، حکمران ہوں یا اپوزیشن سب یہی کہتے ہیں کہ انقلاب کی ضرورت ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ خونی انقلاب آئے گا، اور غرباء امراء سے اپنا حق چھین لیں گے۔ کوئی چھوٹا سا اصلاحی کام کر رہا ہو تو وہ اسے بھی انقلاب کا نام دے دیتا ہے۔ لفظ انقلاب اپنے حقیقی معنی کھو چکا ہے۔ اس لیے پہلے یہ واضح ہو کہ انقلاب کا حقیقی مطلب ومفہوم اور حقیقی انقلاب کے تقاضے کیا ہیں۔ جب ہم اسلامی انقلاب کی بات کرتے ہیں تو ہمارے لیے واحد رہنمائی کا ذریعہ سیرت النبیؐ ہے۔ جب تک سیرت النبیؐ سے انقلاب کے ابتدا سے اختتام تک تمام مراحل اخذ کر کے ان سے رہنمائی نہ لی جائے، اسلامی انقلاب برپا نہیں ہوسکتا۔ اسلامی انقلاب صرف چہرے بدلنے کا نام نہیں، بلکہ نظام کو تبدیل کر کے خلافت راشدہ کے طرز پر نیا نظام قائم کرنے کا نام ہے۔ اس حوالے سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اسلامی انقلاب کے نبویؐ مراحل کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انقلاب اجتماعی زندگی کے کسی ایک یا تمام گوشوں میں تبدیلی کا نام ہے۔ نظام وہی رہے اور حکومت تبدیل کر دی جائے، یہ ہرگز انقلاب نہیں ہے۔ اسلامی انقلاب کے لیے آج ہمیں سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطحوں پر قرآن وسنت کے نظام کے مطابق ہمہ گیر تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ موجودہ نظام ہر لحاظ سے اسلام کے برعکس ہے۔ آج اسلام کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا حقیقی اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ آج انقلاب کے جو نعرے لگائے جا رہے ہیں اور جس انقلاب مارچ کا ذکر ہے اس میں منہج انقلاب نبویؐ کے کسی مرحلے کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے جو عظیم انقلاب برپا فرمایا، اس میں زندگی کا ہر گوشہ بدل گیا۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے اندر ہمہ گیر تبدیلی نہ آئی ہو۔ اُس دور میں باطل نظام کے رکھوالے مشرک اور کافر تھے۔ آپؐ نے ان سے جہاد وقتال کر کے اسلام کو غالب فرمایا۔ آج کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ 57 اسلامی ممالک میں سے کسی ایک جگہ بھی اللہ کا دین قائم نہیں ہے۔ خاص طور پر پاکستان کو دیکھ لیجیے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا۔ یہاں 96% مسلمان آباد ہیں۔ 67 سالوں میں یہاں اسلام نہیں آیا۔ آج اسلامی انقلاب کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ مسلم ممالک کے حکمران اور عوام ہیں۔ اندریں حالات ہمیں انقلاب کے لیے کیا راستہ اختیار کرنا چاہیے، یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ فقہاء نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ کیا فاسق مسلمان حکمران کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے امام ابوحنیفہؒ نے بڑی کڑی شرائط بیان کی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے مطابق انقلابی جماعت اس وقت تک اعلان بغاوت نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے پاس اتنی قوت نہ ہو کہ حکمرانوں سے تصادم کی صورت میں اس کی کامیابی کا واضح امکان موجود ہو۔ اگر اتنی تیاری نہیں ہے تو پھر مقابلے میں نہ آئیں۔ اس لحاظ سے آج کی حکومتوں سے تصادم کے معاملے کے امکان کا جائزہ لیا جائے تو حکومتی طاقت کا مقابلہ بہت مشکل نظر آتا ہے، کیونکہ عوام نہتے ہیں۔ جبکہ رینجرز، پولیس، سٹینڈنگ آرمی، ایئرفورس سمیت ہر طرح کی طاقت پر حکومت قابض ہے۔ ان سب کو Confront کرنے کی طاقت آپ کے پاس نہ ہو، اور پھر آپ انقلاب کے لیے کھڑے ہو جائیں تو اس سے صرف انتشار پیدا ہوگا۔

ان شرائط کے باعث محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے مسلمان معاشرے میں اسلامی انقلاب لانے کے لیے ایک راہ عمل تجویز کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انقلاب کے لیے جن لوگوں کی تربیت کی گئی ہو وہ آگے بڑھ کر کوئی اقدام نہ کریں یعنی وہ ہتھیار نہ اُٹھائیں البتہ وہ اس عوامی قوت کو متحرک کریں جو اسلامی انقلاب چاہتی ہو۔ پہلے ایسے لوگ خود اسلام پر عمل پیرا ہوں۔ جب یہ لوگ اپنی ذات پر دین کو نافذ کر چکے ہوں، اپنے گھروں میں بھی دین کو قائم کر چکے ہوں، جو اپنی معاش اور معاشرت کو دین کے تابع کر چکے ہوں تو وہ اجتماعی سطح پر تبدیلی کے لئے بڑی تعداد میں اسلام آباد میں پہنچ جائیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے مطابق یہ تعداد کم از کم دولاکھ تھی۔ (یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جذباتی نعروں کے ذریعے عوام کا ہجوم اکٹھا کر کے یہ کام نہیں ہوسکتا۔)

اسلامی انقلاب کے لیے تیار جماعت کے یہ لوگ جب کھڑے ہوں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم اب کوئی غیر اسلامی کام نہیں ہونے دیں گے۔ وہ منکرات کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جائیں گے۔ حکومت کا ہر جبر برداشت کریں گے لیکن اس کام کے لیے انھیں اپنی جان بھی دینا پڑی تو پیچھے نہیں ہٹیں گے اور جواب میں کسی کی جان نہیں لیں گے۔ اس طرح وہ سسٹم کو جام کر دیں گے۔ پھر حکمرانوں کے پاس اسلامی نظام کے قیام کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ طاہر القادری صاحب نے انقلاب کے ان مراحل میں سے کوئی تقاضا پورا نہیں کیا۔ ان کے مطالبات بھی اسلامی نظام کرنے کے لیے نہیں بلکہ موجودہ سسٹم کی کچھ خرابیوں کو دور کرنے کے لیے ہیں۔ جبکہ تنظیم اسلامی یہ سمجھتی ہے کہ اسلامی انقلاب صرف نبی اکرم ﷺ کے طریق انقلاب ہی سے آسکتا ہے۔ ٹھیک ہے پاکستان عوامی تحریک کا اپنا طریق کار ہے، لیکن اسلامی انقلاب کے حقیقی تقاضے وہاں پورے نہیں کیے گئے۔

سوال: ڈاکٹر طاہر القادری اور عمران خان پُرامن احتجاج کے داعی ہیں۔ حکومت نے ابتدا ہی میں انھیں پُرامن انداز میں اسلام آباد جا کر احتجاج کرنے کا Free hand کیوں نہ دیا؟

ایوب بیگ مرزا: طاہر القادری صاحب کے طریق کار اور انداز انقلاب سے مجھے شدید اختلاف ہے۔ اس انداز سے انتشار ہی پھیلتا ہے۔ ان سب چیزوں کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ حکومت نے اس معاملے کو بدترین انداز میں handle کیا ہے۔ یوم ''شہداء'' پر اگر کارکنوں کو ماڈل ٹاؤن میں آنے دیا جاتا تو کوئی قیامت نہ

آتی۔ یہاں کوئی حساس تنصیبات بھی نہیں ہیں۔ حکومت نے ان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں تو انھیں تشدد کا موقع ملا۔ اگرچہ اسلامی انقلاب کے داعی ہونے کے حوالے سے انھیں تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا، تاہم حکومت نے خود انھیں جواز مہیا کر دیا۔ اس حوالے سے میں آپ کو پاکستان کی تاریخ کا ایک بہت مشہور واقعہ سناتا ہوں۔ اس سے آپ کو پتہ چلے گا کہ ہمارے پرانے لوگ ایسی صورت حال کو کیسے کنٹرول کیا کرتے تھے۔ یہ 1957ء کی بات ہے۔ صدر ناصر نے نہر سویز کو نیشنلائز کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس پر یورپ میں طوفان کھڑا ہو گیا۔ برطانیہ اور فرانس نے تو مصر پر حملے کا اعلان کر دیا۔ اس وقت پاکستان میں سکندر مرزا گورنر جنرل اور حسین شہید سہروردی وزیراعظم تھے۔ گورنر جنرل نے وزیراعظم سے کہا کہ آپ مصر کے خلاف اور برطانیہ اور فرانس کے حق میں بیان دیں۔ سہروردی عوامی آدمی تھے لیکن اسمبلی میں معمولی اکثریت حاصل تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو سکندر مرزا مجھے چلتا کرے گا۔ تاہم انھوں نے گول مول سا بیان دیا، جس سے یہ بات سامنے آ گئی کہ حکومت پاکستان دبے لفظوں میں برطانیہ اور فرانس کو سپورٹ کر رہی ہے۔ اس پر کراچی کی یونیورسٹی اور کالجوں کے طلبہ نے بہت بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا۔ دوسری طرف امریکہ نے نامعلوم وجوہات کی بنا پر برطانیہ اور فرانس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر برطانیہ اور فرانس تو جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ صدر ناصر کو قوت اسی واقعہ سے ملی تھی۔ بہرحال طلبہ نے کراچی میں بہت بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس وقت الطاف گوہر کراچی کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (ڈپٹی کمشنر) تھے۔ انھوں نے طلبہ سے مذاکرات کیے اور جلوس کا روٹ طے ہو گیا۔ الطاف گوہر کا بیان ہے کہ اس روٹ کے دوسری طرف برطانیہ کے سفارت خانے کا دفتر تھا اور مجھے شک تھا کہ یہ طلبہ راستہ بدل کر کہیں اس طرف نہ نکل جائیں، لہٰذا میں اپنی کچھ فورس کو لے کر اس طرف کھڑا ہو گیا، تاکہ طلبہ کو ادھر نہ جانے دیا جائے۔ وہی ہوا، طلبہ وعدہ خلافی کر کے اس کے سامنے آ گئے۔ میں نے وہاں طلبہ کے سامنے تقریر کی۔ اگرچہ وہ میری تقریر سننے پر آمادہ نہ تھے، لگتا تھا کہ سفارت خانہ جلا دیا جائے گا۔ میں نے آخری حربہ استعمال کیا اور کہا کہ یہ بیان تمہارے وزیراعظم نے دیا ہے، اگر مظاہرہ کرنا ہے تو ان کے خلاف کرو۔ میرے اس بیان پر جلوس نے وزیراعظم ہاؤس کا رُخ کر لیا۔ الطاف گوہر کا کہنا ہے کہ یہ اعلان کر کے میں بھاگ کر وزیراعظم ہاؤس پہنچا۔ میں نے وزیراعظم کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ جلوس ابھی وہاں نہیں پہنچا تھا۔ وزیراعظم نے بڑے تحمل سے جواب دیا کہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ آج کا وزیراعظم ہوتا تو وہ اس بات پر ایسے افسر کو برخاست کر دیتا۔ جب لوگ وزیراعظم ہاؤس آئے تو وزیراعظم باہر نکل آیا۔ سہروردی نے تقریر کرنا چاہی تو طلبہ نے سننے سے انکار کر دیا۔ اب انھوں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا اور وہ مظاہرین میں گھس گئے اور گاڑی کے بونٹ پر کھڑے ہو کر کہا میں نے جو کہا تھا اس کو ایک طرف رکھیں، بتائیں صدر ناصر فاتح ہے کہ نہیں؟ عربوں کو اس معاملے میں فتح حاصل ہوئی یا نہیں۔ میں جمال عبدالناصر کا نام لوں گا۔ تب سب نے کہا ''زندہ باد''۔ سہروردی نے یہ نعرے لگوائے۔ کسی نے کہا ''پاکستان'' مظاہرین نے جواب دیا ''زندہ باد''۔ کسی نے آواز لگا دی ''سہروردی'' آواز آئی ''زندہ باد'' اور یوں مظاہرہ پُرامن طور پر منتشر ہو گیا۔ دراصل ان لوگوں میں جرأت تھی۔ وہ اپنی جان کا رسک لے کر میدان میں آئے اور بات کا رُخ موڑ دیا۔ ہمارے ہاں وزیراعظم نے رکاوٹیں کھڑی کروائیں۔ کارکنوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ دوسری طرف مذاکرات کا اعلان بھی کیا گیا۔ اس دوغلی پالیسی سے اشتعال بڑھتا ہے۔ جب تک کارکنوں کی طرف سے قانون ہاتھ میں لینے کا معاملہ نہ ہو، قانون کو حرکت میں نہیں آنا چاہیے۔ لیکن قانون اس سے پہلے ہی ان کے راستے روک دیتا ہے تو دوسروں کو تشدد کا جواز مل جاتا ہے۔ طاہر القادری صاحب سے تمام تر اختلاف کے باوجود ہم نے یہ دیکھا ہے کہ 17 جون کے بعد سے اب تک ان کی طرف سے کہیں پہل نہیں ہوئی۔ یہ مسئلہ صرف حکومت کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے خراب ہوا ہے۔ اگر راستے بند نہ کیے جاتے تو یوم شہداء کی تقریب میں اگر 8 ہزار لوگوں کا مجمع تھا تو یہ تعداد زیادہ سے زیادہ دُگنی ہو جاتی، لاکھوں میں تو نہ پہنچ سکتی تھی۔ جب کوئی بحران پیدا ہو رہا ہو تو سمجھ دار حکومتیں اس کو کس طرح handle کرتی ہیں، اس کے لیے میں آپ کو پھر پاکستان کی تاریخ سے ایک حوالہ دوں گا۔ 1989ء کی بات ہے، بے نظیر پاکستان کی وزیراعظم اور نواز شریف پنجاب کے وزیراعلیٰ تھے۔ نواز شریف 17 اگست کو جنرل ضیاء الحق مرحوم کی برسی منانے کے لیے گئے۔ ان کے ساتھ ایک ہزار بسیں اور بے شمار گاڑیاں تھیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ اسلام آباد پہنچ کر وہاں بیٹھ جائیں گے اور بے نظیر کی حکومت کو ختم کر دیں گے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو بے نظیر نے کابینہ کا اجلاس بلایا تو وہاں یہی کہا گیا کہ انھیں روک دو، رکاوٹیں لگا دو۔ یعنی وہ سب کچھ کرنے کا مشورہ دیا گیا جو موجودہ حکومت نے کیا۔ اس وقت وزیر داخلہ اعتزاز احسن تھے۔ چند دن پہلے ان کے والد کا انتقال ہوا تھا۔ بقول ان کے میں اس میٹنگ میں شامل نہیں تھا۔ مجھے یہ اطلاع ملی کہ کابینہ کے اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا ہے۔ میں والد صاحب کے سوئم سے فارغ ہوتے ہی بے نظیر کے پاس پہنچا۔ میں نے کہا کہ آپ نے یہ کیا فیصلہ کیا ہے۔ اگر آپ نے ان کے ساتھ محاذ آرائی کی کوشش کی تو انھیں موقع مل جائے گا۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ انتشار پھیلے اور اس کے نتیجے میں آپ کی حکومت چلی جائے۔ اعتزاز احسن نے تجویز دی کہ ہم صرف حساس عمارتوں کی طرف جانے والے راستے بند کر دیتے ہیں۔ جبکہ نواز شریف کے قافلے کو فیصل مسجد تک جانے کا کھلا راستہ دے دیں۔ بے نظیر نے سارا پروگرام بدل کر میری تجویز پر عمل کیا۔ نواز شریف نے اسلام آباد پہنچ کر بڑی زبردست تقریر کی۔ وہ وہاں چند گھنٹے بیٹھے۔ چونکہ حکومت نے ان کا راستہ نہیں روکا، اس لیے انہیں محاذ آرائی کا جواز نہیں ملا اور مجمع آہستہ آہستہ چھٹتا چلا گیا۔ یہی معاملہ زرداری کے دورِ حکومت میں طاہر القادری کے سابقہ دھرنے کے ساتھ پیپلز پارٹی کی حکومت نے کیا اور مجمع تین دن بیٹھ کر تھک گیا اور اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا تھا۔ بہترین طریقہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کو تھکا دیا جائے۔ جبکہ آپ رکاوٹیں کھڑی کر کے، مقابلہ کر کے اپنی حکومت کو خود نقصان پہنچاتے ہیں۔ اپوزیشن کا کیا جائے گا وہ تو پہلے بھی حکومت سے باہر ہوتی ہے۔

سوال : طاہر القادری اور عمران خان نے جو مؤقف اختیار کیا ہے کہ ہم استعفا لیے بغیر یا اپنی مطالبات منوائے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ پاکستان پہلے ہی معاشی مشکلات کا شکار ہے۔ اربوں روپے کا سٹاک مارکیٹ میں نقصان ہو رہا ہے۔ کیا ان کی محاذ آرائی کا پاکستان متحمل ہو سکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : یہ سب حکومت کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر حکومت ابتدا میں معاملات کو تشدد کے ذریعے یہاں تک نہ پہنچاتی تو سٹاک مارکیٹ میں مندی نہ آتی۔ یہ ساری حکومت کی غلطی ہے۔

سوال : کیا وجہ ہے کہ ہم اکثر و بیشتر بدامنی اور انتشار کا شکار رہتے ہیں؟

حافظ عاکف سعید : حقیقت کے اعتبار سے لگتا ہے یہ اللہ کا عذاب ہے۔ ہم ان حالات کا ایک دوسرے کو

موردِ الزام ٹھہراتے ہیں، حالانکہ بحیثیت قوم ہم سب ان حالات کے ذمہ دار ہیں۔ من حیث القوم ہم بڑے بڑے جرائم کے مرتکب ہیں۔ ہم نے ہر موقع پر اللہ کے دین سے بے وفائی کی ہے۔ جبکہ اللہ نے قدم قدم پر ہمیں اپنی رحمتوں سے نوازا ہے اور ہم ناشکری کرتے رہے۔ اللہ نے ہمیں سبق سکھانے کے لیے جھٹکے بھی دیے، لیکن ہم نے اپنی روش تبدیل نہیں کی۔ اس وقت ہمارا ایک بڑا جرم یہ ہے کہ 67 سال میں ہم نے اس ملک میں اللہ کا دین قائم نہیں کیا بلکہ انگریز کے چھوڑے ہوئے نظام ہی کو لے کر آج تک آگے بڑھے ہیں۔ دوسرا بڑا جرم یہ ہے کہ اس کے بعد عالم اسلام میں ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں اللہ کا دین نافذ ہو گیا تو اس واحد اسلامی حکومت کو ختم کرنے میں ہم نے طاغوتی قوتوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ تیسرا جرم یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں اور خصوصاً دینی طبقات نے اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کی۔ اللہ نے یہ ملک ہمیں ہمارے اس وعدے پر عطا کیا تھا کہ ہم یہاں دین اسلام کو قائم و نافذ کریں گے۔ لیکن ہم نے اس وعدے سے انحراف کیا۔ آج ہمارا معاشرتی نظام شیطانی ہے۔ معاشی نظام شیطانی ہے۔ ہم تو اللہ و رسول ﷺ کی شریعت کے مقابلے میں کھڑے ہیں۔ ہمارے سامنے افغانستان کی اسلامی حکومت کی مثال ہے کہ پوری دنیا انھیں ختم کرنے کے لیے ان پر ٹوٹ پڑی ہے۔ آج پوری دنیا جانتی ہے کہ اگرچہ ان کی حکومت ختم ہو گئی لیکن شکست عالمی طاقتوں کا مقدر بنی ہے۔ ہم نے اللہ کا دین نافذ نہیں کیا۔ اس لیے اللہ کی مدد ہمارے ساتھ نہیں ہے اور ہم اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں۔

سوال : اس عذاب سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

حافظ عاکف سعید : اس وقت نظر آتا ہے کہ امریکہ افغانستان میں اپنی ناکامی کا بدلہ ہم سے لے گا۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ سیاسی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ یہ سب اللہ کے عذاب کی صورت ہی ہے۔ اللہ اپنے دشمنوں کے ذریعے بھی مسلمان قوم کو سبق سکھاتا ہے۔ اس عذاب سے نکلنے کا راستہ حقیقی اور سچی توبہ ہے۔ توبہ صرف استغفار کے ورد کا نام نہیں ہے بلکہ سچے دل سے اپنی گناہوں پر معافی طلب کرنے کا نام ہے۔ دینی طبقات اسلامی نظام کے نفاذ پر متحد ہو کر قوم کو ذہناً تیار کریں۔ اگر ہم اللہ کے دین کو قائم کرنے کی مخلصانہ جدوجہد کریں اور مفادات کا کھیل ترک کر دیں۔ یعنی قوم یونس علیہ السلام کی طرح سچی توبہ کریں تو عذاب سے بچا جا سکتا ہے، ورنہ ہمیں کتنی مہلت ملے، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی، عقب (Admor) ایڈمور پٹرول پمپ نزد سر صاحب زادہ پبلک سکول پرانا حاجی کیمپ، جی ٹی روڈ، پشاور'' میں

مبتدی تربیتی کورس

14 تا 20 ستمبر 2014ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر تک)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

19 تا 21 ستمبر 2014ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر تک)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-9291915/0333-9244709/091-2262902

المعلن : مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت (042)36316638-36366638

تبدیلی تاریخ

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی'' میں

23 تا 29 اگست 2014ء کو منعقد ہونے والا

مبتدی تربیتی کورس

اب 30 اگست تا 5 ستمبر 2014ء

(بروز ہفتہ نماز عصر تا جمعۃ المبارک)

کو منعقد ہوگا، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-3242523 / 021-34306041

المعلن : مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت (042)36316638-36366638

انقلاب کہانی

رفیق چوہدری
almissaq@gmail.com

انقلاب ہمیشہ نظریات کی بنیاد پر آتے ہیں۔ 14 اگست 1947ء کا دن ایک عظیم الشان دن تھا، جب ایک عظیم اور آفاقی نظریہ کی بنیاد پر ایک ملک قائم ہوا۔ قیام مملکت منزل نہ تھی، بلکہ منزل اسلامی نظام تھا جس کی خاطر لوگ بے مثال قربانیاں پیش کر رہے تھے۔

چودھری رحمت علیؒ The Millat and The Mission (اشاعت 1942ء تا 1945ء) میں لکھتے ہیں ”یہ انقلاب ہمیں اس بات کو یقینی بنانے کی دعوت دیتا ہے کہ مستقبل میں ہماری تعمیر نو کے سوتے اسلام سے پھوٹیں، اس کی منصوبہ بندی ملت ازم یعنی اسلامی اُمہ کی بنیاد پر ہو اور اس کی تعمیر میں استعمال ہونے والا سازوسامان روحانی پاکیزگی، بنیادی اتحاد اور ہمارے لوگوں کی قومی یک رنگی کا مجموعہ ہو“۔ انہی کی کتاب The Father Land of the Pak Nations کے مترجم اقبال الدین احمد پاکستان کے لیے قربانیاں پیش کرنے والوں کا آنکھوں دیکھا احوال ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں: ”یہ شہید ہونے والے مسلمان ایسے سادہ دل مسلمان تھے کہ نہ انہیں تخت کا لالچ تھا نہ کسی صدارت کا، نہ انہیں بڑے بڑے محلوں کا شوق تھا نہ کسی وزارت کا۔ اگر شوق تھا تو صرف یہ کہ پاکستان بن جائے، جہاں نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والے قوانین کا بول بالا ہو اور خلفائے راشدین کے زمانے کی یاد تازہ ہو جائے۔“

یہ اسلامی انقلاب کا حقیقی تصور تھا جو لوگوں کے دل و دماغ میں رچ بس چکا تھا، مگر یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ مسلمانوں کی ان عظیم تر اور بے مثال قربانیوں کا محور و مقصود ان سے چھین لیا گیا۔ اگر مسلمانوں کی قربانیوں کا ثمر ان کی امنگوں اور آرزوؤں کے مطابق ملنے دیا جاتا تو یہ صحیح معنوں میں ایک عظیم اسلامی انقلاب ہوتا جو ایرانی انقلاب سے تہائی صدی قبل یعنی 1947ء میں آ چکا ہوتا مگر مسئلہ یہ ہوا کہ حصول آزادی کے بعد عقابوں کا نشیمن زاغوں کے تصرف میں آ گیا۔

ایک عظیم انقلاب کا سورج جو کبھی صحرائے عرب میں چمکا تو اُسے دنیا کی بے مثال تہذیب میں بدل ڈالا، جس نے اندلس، بخارا اور بغداد کو نئی تہذیبوں کا شعور بخشا، اب مسلمانانِ برصغیر کی نئی صبح بن کر طلوع ہونے والا تھا، مگر سیکولر سازش، نام نہاد جمہوریت اور خانقاہی سیاست کی بدولت یہ ظلمت کی طویل اندھیری شب کی سیاہیوں کی نذر ہو گیا۔ بدقسمت قوم کی تقدیر بدل کر بھی نہ بدل سکی۔ ملک آزاد ہو گیا، غریب عوام کو مگر وہ آزادی نہ مل سکی جو اسلامی انقلاب کی صورت میں ان کا مقدر ہوتی۔ ان کی نسلیں آج بھی انگریز کے جانشینوں کی غلام ہیں۔ معصوم بچے، خواتین اور مرد وڈیروں، جاگیرداروں اور مخدوموں کی نجی جیلوں میں آج بھی سسک رہے ہیں۔ 1947ء گزر گیا، اصطلاحیں بدل گئیں، باطل طبقاتی نظام مگر نہ بدلا، نہ اس کی پروردہ دجالی رہبانہ تہذیب ہی بدلی۔ وہی تفریق و تقسیم، وہی ذات پات، اونچ نیچ اور طبقاتی تقسیم جس میں ہمارا معاشرہ برہمن اور شودر دور سے بھی بدترین مثال بن چکا، آج ہمارا مقدر ہے۔ اپر کلاس مخدوم، لوئر کلاس خادم۔ ایک طبقہ ہر قانون، ضابطۂ اخلاق سے بالاتر، مطلق العنان، آمر، جسے قوم کی ناتواں رگوں سے لہو نچوڑ نچوڑ کر دنیا بھر میں جاگیریں، آسائشیں بنانے اور شہ خرچیوں سے فرصت نہیں، جبکہ دوسرا اس کی عیاشیوں کے لیے اپنے خون پسینے کی کمائی سے اس کی تجوریاں بھرنے میں نسل در نسل کولہو کے بیل کی مانند جتا ہوا، مگر اپنے پیدائشی حقوق کے لیے خودکشیاں اور خودسوزیاں کرنے پر مجبور۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا ظلمت کی یہ اندھیری شب طویل سے طویل تر اور سیاہ سے سیاہ تر ہوتی چلی گئی۔ کبھی جمہوری انقلاب کے نام پر کبھی فوجی حکومت کے پس پردہ۔ نسل در نسل استحصال کا سلسلہ عروج پر ہے۔ صرف ایک الیکشن والے دن عوام کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک کر پولنگ اسٹیشن پر لے جایا گیا اور پھر حکومت میں نمائندگی تو دور کی بات، ان کے پیدائشی حقوق بھی سلب کر لیے گئے۔ ملکی اثاثے اور قومی وسائل جس قدر دستیاب تھے جمہوریت کی آڑ میں لوٹ لیے گئے۔ کرپشن میں مہارت بڑے عہدوں کے لیے میرٹ بن گئی۔ قومی ترقی اور خوشحالی کے نام پر بیرونی قرضے لے کر سیاسی پارٹیوں کو سنوارنے، ذاتی آسائشوں، بیرون ملک پراپرٹیز اور بنک اکاؤنٹس کا حجم بڑھانے پر صرف کر ڈالے گئے اور پھر ان قرضوں کی واپسی کے نام پر مہنگائی اور اضافی ٹیکس کے ذریعے عوام کے منہ کا نوالہ بھی چھین لیا گیا۔ ان کی رگوں سے خون کی جو رمق باقی تھی نچوڑ ڈالی گئی۔ اور جب عوام میں فاقوں اور خودکشیوں کی نوبت آ گئی، وہ اپنے پیدائشی حقوق کے لیے سڑکوں پر نکلنا شروع ہوئے تو دوبارہ فوج کو دعوت دے کر غریب عوام کا ایوان اقتدار تک پہنچنے کا راستہ بلاک کر دیا گیا اور اس وقت کا انتظار کیا گیا جب قوم کو دوبارہ جمہوری دلاسوں اور انقلابی لاروں کے ذریعے فوجی حکومت کے خلاف صف آراء کر کے ملک و قوم کو لوٹنے کے لیے مفاہمت کے نام پر نیا سیاسی ڈھونگ رچایا جا سکے۔

68 برس سے اس ملک کے لیے قربانیاں دینے والے غریب عوام کے ساتھ یہی بھیانک کھیل جاری ہے۔ نت نئے سراب دکھا کر قوم کو اس کی منزل مقصود اور قربانیوں کے اصل محور سے دور کیا جا رہا ہے۔ چھ سات عشروں بعد اب جب کہ اس استحصالی طبقاتی باطل نظام کے بوجھ تلے سسکتی انسانیت کو بیداری کا احساس بغاوت پر مجبور کر رہا ہے، لوگ سڑکوں پر نکل کر خودسوزیاں کرنے پر مجبور ہیں، انقلاب ان کی ضرورت ہی نہیں بلکہ مجبوری بن چکا ہے تو اس مجبوری سے فائدہ اُٹھا کر ایک بار پھر سیکولر قوتیں و اجارہ طبقہ اپنی حکومت اور بالادستی کا سلسلہ طویل سے طویل تر کرنے کے لیے شطرنج کی بساط پھیلا چکا ہے اور اب کی بار انقلاب کے نام پر ایک اور سراب تیار ہے۔

صدیوں سے عوام پر مسلط اجارہ دار طبقہ کو صاف نظر آنے لگا تھا کہ امریکہ کے جاتے ہی خطہ میں ایک بار پھر اسلامک کاز کو تقویت ملے گی اور جس طرح سوویت یونین کے انخلاء کے بعد افغانستان پر اسلام کا پرچم لہرا اُٹھا تھا، اب دائرہ کار وسیع تر ہو سکتا ہے۔ اس سے قبل کہ نفاذ شریعت کی تحریک اُٹھے، استحصالی طبقاتی نظام سے بار بار ڈسے ہوئے عوام جو حقیقت میں اب تبدیلی چاہتے ہیں، ان قوتوں کے ساتھ مل جائیں، انقلاب کی فضا ہموار ہو اور سیکولر طبقہ کے اقتدار سے پاؤں اکھڑ جائیں، پلان بنا کہ اسلام اور انقلاب ہی کے نام پر ایک بار پھر عوام کو اپنا

دست نگر بنالیا جائے۔

چنانچہ اب کی بار کسی جرنیل یا سیاستدان کی بجائے ایک ایسے مذہبی طالع آزما کی تلاش ہوئی جو انقلاب کے نام پر عوام کو سبز باغ دکھا سکے اور اسکے کندھوں پر کھیل کر اجارہ دار قوتیں اپنا تسلط مزید مستحکم کر سکیں۔ اسے ہر طرح کی سیکورٹی اور انتظامات کی یقین دہانی کرائی گئی اور پس پردہ وہ فضا ہموار کی گئی جس کے تحت انقلاب اور تبدیلی کے خواب دکھا کر لوگوں کو اکٹھا کیا گیا۔ 1947ء میں جس مقصد کی خاطر قوم اپنے قافلے لٹا چکی، 68 برس بعد بھی اسی خواب کی تکمیل کی جدوجہد میں اپنے گھروں سے نکلی۔ مرد، خواتین، بوڑھوں اور بچوں نے اسلام آباد کی سخت سردی میں اپنے اعصاب کو شل کیا اور کئی ہسپتال پہنچ گئے۔

مگر جس طرح 1947ء میں ان کی قربانیوں کا ثمر چھین لیا گیا، اور ان کے لٹے قافلوں کی باقیات اور میتوں کے انبار پر اقتدار کے ایوان کسی اور نے سجائے، جس طرح جمہوری انقلاب، روٹی کپڑا مکان کے نام پر صرف ان کا استحصال ہوا، جس طرح فوجی مارشل لاؤں نے ان کو ان کے مقصد سے مزید دور کر دیا، اسی طرح یہ ''میڈ ان کینیڈا'' سافٹ وئیر انقلاب بھی محض سیکولر بالادست طبقہ کے پنجۂ استبداد کو مزید مستحکم کرنے کا باعث ثابت ہوا

دنیا میں جب بھی کہیں انقلاب آیا تو ایک مسلم نظریہ کی بنیاد پر آیا، پھر اس نظریہ کو مقبول عام ہو کر ایک منظم عوامی تحریک بننے کے لیے طویل وقت درکار رہا۔ جابر اور غاصب قوتوں اور حکومتوں کی جانب سے ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔ قربانیوں کی ان گنت داستانیں رقم ہوئیں۔ کارل مارکس، خمینی اور نیلسن منڈیلا تک، کس کس نے قید و بند اور جلاوطنی کی صعوبتیں برداشت نہیں کیں، مصر اور شام کی موجودہ خون ریزیاں کوئی دیکھے اور دنیا میں جب پہلی بار اسلامی انقلاب آیا تو خود حضور نبی اکرم ﷺ سمیت تمام صحابہ کرامؓ پر کس قدر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے؟

مگر یہاں اسلام آباد میں عجیب انقلاب تھا جو سرکاری سطح پر لایا جا رہا تھا۔ حکومت اور ریاستی ادارے صدقے واری جا رہے تھے۔ صاحب انقلاب کو جو پروٹوکول حاصل تھا کسی ریاست کے وزیراعظم کو نصیب کہاں، تمام تر اور اعلیٰ سے اعلیٰ سہولیات اور ''ڈائریکشنز'' ایک عالی شان اور وی آئی پی کنٹینر میں میسر تھیں، یہاں تک کہ اس دوران کنٹینر سے نیچے اُترنے کی زحمت بھی نہ اُٹھانا پڑی۔

سارے کے سارے انتظامات خود بخود ہوتے جا رہے تھے۔ دنیا حیران تھی کہ اتنے بڑے مجمع کو تین چار دن تک کون کنٹرول کرتا رہا اور صرف چند دنوں میں انقلاب کی تیاری؟ مگر دنیا کو کیا معلوم کہ 68 برس سے کبھی جمہوریت کے نام پر اور کبھی فوجی مارشل لاؤں کے پس پردہ اس ملک پر قابض اجارہ دار طبقہ اپنے اقتدار کو مزید طول بخشنے کے لیے ایک بار پھر کارگزار ہے۔

نہ کسی نظریہ پر آغاز، نہ کسی نتیجہ پر اقدام، چند دن کے اس ''شو'' کا مقصد تبدیلی لانا نہیں بلکہ تبدیلی کے تمام راستوں پر پہرا لگانا تھا۔ تاکہ پہلے کچھ عرصہ تک تو ''کون سی شریعت؟'' کے نام پر قوم کو اُلجھائے رکھا جائے جیسا کہ ابھی سے یہ آوازیں اُٹھنا شروع ہو چکی ہیں۔ پھر ''کینیڈین ساختہ انقلاب یا طالبان کا انقلاب'' کے نام پر قوم کو تقسیم کر دیا جائے اور فرقہ پرستی کو باہم مزاحم کر کے اپنی اجارہ داری اور لوٹ کھسوٹ کا سلسلہ قائم و دائم رکھا جائے۔ اور بالفرض اگر انقلاب یا تبدیلی عوام کی رو سے ناگزیر ہو جائے تو کینیڈین ساختہ ''سافٹ انقلاب'' (جو آئین سے متصادم نہ ہو) کو راستہ دیکر سیکولر طبقاتی نظام کو جزوی تبدیلیوں کے بعد دوبارہ قوم پر مسلط کر دیا جائے۔

68 برس کی اس انقلاب کہانی کا خلاصہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود ایک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد

اس قوم کو حقیقی آزادی ''انقلاب مارچ'' یا ''آزادی مارچ'' سے نہیں صرف اُسی وقت نصیب ہو سکتی ہے جب وہ ان سیاسی طالع آزماؤں اور نئی شریعتوں کے مؤجدوں سے خلاصی حاصل کر کے دوبارہ اپنے اصل نظریہ پر پہرا دینا شروع کر دے کہ جس کی بنیاد پر اس نے پاکستان حاصل کیا تھا۔ وہی نظریہ جس کی بنیاد پر آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا میں وہ عظیم ترین انقلاب آیا تھا جس کے بعد امیر و غریب، شاہ و گدا، آقا و غلام کا فرق مٹ گیا۔ مساوات، اخوت اور بھائی چارہ کی عمدہ مثال قائم ہوئی تھی۔ وہی نظریہ جب یورپ میں پہنچا تو کلیسا کا طلسم پارہ پارہ ہوا اور مذہب کے نام پر راہب کی اجارہ داری سے انسانیت کو آزادی نصیب ہوئی۔ وہی نظریہ جو ہندوستان میں ذات پات، چھوت چھات پر مبنی ظالم و جابر برہمن سامراج کے بوجھ تلے سسکتی انسانیت کے لیے ذریعۂ نجات بن گیا اور اب وہی نظریہ جابر و غاصب طبقاتی و خانقاہی نظام کی تفریق و تقسیم، اپر کلاس و لوئر کلاس، خادم و مخدوم کے تضاد کو ختم کر کے ہر انسان کو اس کا بنیادی اور پیدائشی حق دلوانے کی فطری صلاحیت رکھتا ہے۔ اب یہ پاکستانی عوام پر ہے کہ وہ نام نہاد جمہوریت، خانقاہی سامراج، سیکولرازم، نیشنل ازم، کمیونزم وغیرہ کی بھول بھلیوں میں بھٹک کر مزید مسائل کے بوجھ اٹھانے کے لیے تیار رہتی ہیں یا پھر اپنی سلامتی اور فلاح کے ضامن قانون فطرت اسلامی خلافت کے نفاذ کی مخلصانہ جدوجہد کر کے تمام تر مسائل اور مصائب سے چھٹکارا پاتی ہے۔ جلد یا بدیر (مزید 68 برس قربانیاں دینے کے بعد بھی) فیصلہ بہرحال پاکستانی قوم کو کرنا ہے۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ العزیز ''مسجد بنت کعبہ N-866 سمن آباد پونچھ روڈ لاہور'' میں

5 تا 7 ستمبر 2014ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

نقباء کورس

(نئے و متوقع نقباء کے لیے) کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 37520902(042)، 0333-4273815

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36316638-36366638(042)

Debunking Israel's self-defense argument

Operation in Gaza is aimed at maintaining its illegal occupation

By John Dugard

Israel claims that it is acting in self-defense in Gaza, thereby portraying itself as the victim in the present conflict. President Barack Obama and both houses of the U.S. Congress have endorsed this justification for the use of force. But is it an accurate assessment?

Gaza is not an independent state like Lebanon or Jordan. Israel accepts this but instead sees Gaza as a "hostile entity," a concept unknown to international law and one that Israel has not sought to explain.

But the status of Gaza is clear. It is an occupied territory — part of the occupied Palestinian territory. In 2005 Israel withdrew its settlers and the Israel Defense Forces from Gaza, but it continues to retain control of it, not only through intermittent incursions into and regular shelling of the territory but also by effectively controlling the land crossings into Gaza, its airspace and territorial waters and its population registry, which determines who may leave and enter.

Effective control is the test for occupation. The International Court of Justice recently confirmed this in a dispute between the Democratic Republic of the Congo and Uganda. The physical presence of Israel in Gaza is not necessary provided it retains effective control and authority over the territory by other means. Modern technology now permits effective control from outside the occupied territory, and this is what Israel has established.

That Gaza remains occupied is accepted by the United Nations and all states except, possibly, Israel.

An illegal occupation

Military or belligerent occupation is a status recognized by international law. According to the terms of the Fourth Geneva Convention of 1949 — to which Israel is a party — a state is allowed to occupy a territory acquired in armed conflict pending a peace settlement. But the occupation must be temporary, and the occupying power is obliged to balance its security needs with the welfare of the occupied people. Collective punishment is strictly prohibited.

The occupation of Gaza is now in its 47th year, and Israel is largely responsible for the failure to reach an agreement on a peaceful settlement. Moreover, Israel is in breach of many of the humanitarian provisions contained in the Fourth Geneva Convention as a result of the siege it has imposed on Gaza since 2007. In short, Gaza is not only an occupied territory; it is also an illegally occupied territory.

The present operation in Gaza — Operation Protective Edge — must therefore not be seen as an act of self-defense by a state subjected to acts of aggression by a foreign state or non-state actor. Instead, it should be seen as the action of an occupying power

aimed at maintaining its occupation — the illegal occupation of Gaza. Israel is not the victim. It is the occupying power that is using force to maintain its illegal occupation.

The rockets fired by Palestinian factions from Gaza must be construed as acts of resistance of an occupied people and an assertion of its recognized right to self-determination.

History is replete with examples of occupying powers using force to maintain their occupations. Apartheid South Africa used force against the people of Namibia; Germany used force against the people of France and the Netherlands during World War II.

The rockets fired by Palestinian factions from Gaza must thus be construed as acts of resistance of an occupied people and an assertion of its recognized right to self-determination.

Before Israel's physical withdrawal from Gaza in 2005, Palestinian acts of violent resistance were directed at Israeli forces within the territory. This was during the second intifada. Since then, Palestinian militants have been obliged to take their resistance to the occupation and the illegal siege of Gaza to Israel itself. The alternative is to do nothing, a course no occupied people in history has ever taken.

It is unusual for an occupied people to take its resistance outside the occupied territory. But it is also unusual for an occupying power to maintain a brutal occupation from outside the territory. When the occupying power maintains its status through military force within the occupied territory because of these acts of resistance on its own territory, as Israel has done, it acts as the enforcer of an occupation — not as a state acting in self-defense.

Lack of accountability

A state seeking to enforce its occupation, like a state acting in self-defense, must comply with international humanitarian law. This includes respect for the principle of proportionality, respect for civilians and the drawing of a distinction between military and civilian targets, and the prohibition of collective punishment. Both Israel and Palestinian militants are obliged to act within the confines of these rules.

Sadly, Israel is in violation of all three of these basic tenets. Its action is a clear collective punishment of the people of Gaza. The numbers of the dead and wounded and the property damage inflicted on them are completely disproportionate to the few civilians killed and wounded and property damaged in Israel. It is also clear from its bombing of schools, hospitals and private homes that Israel makes little, if any, attempt to distinguish between civilian and military targets.

What is to be done? The United Nations is powerless to act in the face of the U.S. veto. This places a heavy burden on the European states to use their influence to stop the bloodshed.

It is also incumbent on the International Criminal Court to act. Palestine, recognized as a state by the U.N. General Assembly in 2012, has accepted the jurisdiction of the International Criminal Court. Under pressure from the U.S. and Europe, the prosecutor of the International Criminal Court refuses to hold Israel accountable for its crimes. History will surely judge unkindly both the prosecutor and the institution that she serves if nothing is done.

<u>Source:</u>

http://america.aljazeera.com/opinions/2014/7/gaza-israel-internationalpoliticsunicc.html